تاریخ
اور
شہریت

ساتویں جماعت

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر۔نمبر۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مؤرّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کی گئی رابطہ کار کمیٹی کی نشست مؤرّخہ ۳/مارچ ۲۰۱۷ء میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

تاریخ اور شہریت

ساتویں جماعت

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ۔

بازو میں دیا ہوا 'کیو-آر کوڈ' نیز اس کتاب میں دیگر مقامات پر دیے ہوئے 'کیو-آر کوڈ' اسمارٹ فون کے ذریعے اسکین کیے جاسکتے ہیں۔ اسکین کرنے پر ہمیں اس درسی کتاب کی درس و تدریس کے لیے مفید لنک/لنکس (URL) دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن : 2017

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴۱۱۰۰۴

اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

مضمون تاریخ کمیٹی

- ڈاکٹر سدانند مورے، صدر
- شری موہن شیٹے، رکن
- شری پانڈورنگ بلکوڑے، رکن
- ڈاکٹر ابھی رام دکشت، رکن
- شری بال کرشن چوپڑے، رکن
- شری پرشانت سرؤڈکر، رکن
- شری موگل جادھو، رکن سکریٹری

مضمون شہریت کمیٹی :

- ڈاکٹر شری کانت پرانجپے، صدر
- پروفیسر سادھنا کلکرنی، رکن
- ڈاکٹر موہن کاشیکر، رکن
- شری وَیجناتھ کالے، رکن
- شری موگل جادھو، رکن-سکریٹری

مدعوئین :

- ڈاکٹر سوم ناتھ روڈے
- ڈاکٹر گنیش راؤت

مضمون تاریخ اور شہریت کا اسٹڈی گروپ :

- شری راہل پربھو
- شری سنجے وزریکر
- شری سبھاش راٹھوڑ
- شریمتی سنیتا دلوی
- پروفیسر شیوانی لمیے
- شری بھاؤ صاحب اُماٹے
- ڈاکٹر ناگناتھ ایولے
- شری سدانند ڈونگرے
- شری رویندر پاٹل
- شری وِکرم اڑسول
- شریمتی روپالی گرکر
- ڈاکٹر میناکشی اُپادھیائے
- شریمتی کانچن کیتکر
- شریمتی شیوکنیا پٹوے
- ڈاکٹر انیل سنگارے
- ڈاکٹر راؤ صاحب شیلکے
- شری مریا چندن شیوے
- شری سنتوش شندے
- ڈاکٹر ستیش چاپلے
- شری وِشال کلکرنی
- شری شیکھر پاٹل
- شری سنجے مہتا
- شری رام داس ٹھاکر
- اجیت آپٹے
- ڈاکٹر موہن کھڑسے
- شریمتی شیوکنیا کدریکر
- شری گوتم ڈانگے
- ڈاکٹر وینکٹیش کھرات
- شری رویندر جندے
- ڈاکٹر پربھاکر لونڈھے

مترجمین :

- جناب خان حسنین عاقب
- جناب مشتاق بولنجکر
- جناب محمد حسن فاروقی

رابطہ کار مراٹھی:

شری موگل جادھو، اسپیشل آفیسر، تاریخ وشہریت
شریمتی ورشا سرودے، سبجیکٹ اسسٹنٹ، تاریخ وشہریت
بال بھارتی، پونہ

Co-ordinator (Urdu) :
Khan Navedul Haque Inamul Haque,
Special Officer for Urdu,
M.S. Bureau of Textbooks, Balbharati

Urdu D.T.P. & Layout :
Asif Nisar Sayyed,Yusra Graphics,
305, Somwar Peth, Pune-11.

Cover & Designing :
Shri Devdatt Prakash Balkawde

Cartographer :
Shri Ravikiran Jadhav

Production :
Shri Sachchitanand Aphale,
Chief Production Officer

Shri Prabhakar Parab,
Production Officer

Shri Shashank Kanikdale,
Assistant Production Officer

Paper : 70 GSM Creamvowe

Print Order : N/PB/2017-18/QTY.- 0.25

Printer : M/s. RUNA GRAPHICS, PUNE

Publisher :
Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 25

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک **مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ** بنائیں
اوراس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛

مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،

اوران سب میں

اُخوّت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقّن ہو؛

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَن گَن مَن - اَدِھ نایَک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگیہ وِدھاتا۔

پَنجاب، سِندھ، گُجرات، مَراٹھا
دراوِڑ، اُتکَل، بَنگ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگ،

تَو شُبھ نامے جاگے، تَو شُبھ آ شِس ماگے،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا،

جَن گَن منگل دایَک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگیہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اوربہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اورمَیں اس کے عظیم و گوناگوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اورخوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

آپ نے تیسری سے پانچویں جماعت تک مضمون تاریخ وشہریت 'ماحولیات کا مطالعہ - حصہ اوّل' اور 'ماحولیات کا مطالعہ - حصہ دوم' کے عنوانات کے تحت پڑھا ہے۔ چھٹی جماعت سے تاریخ اور شہریت کو نصاب میں آزادانہ مضمون کی حیثیت دی گئی ہے۔ چھٹی جماعت سے ان دونوں مضامین کو ایک ہی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ساتویں جماعت کی کتاب آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرت ہو رہی ہے۔

ہم نے اس کتاب کو اس مقصد کے تحت تیار کیا ہے کہ آپ اس مضمون کو صحیح طور پر سمجھ سکیں، یہ آپ کو پُر لطف محسوس ہو اور آپ کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے تحریک حاصل ہو سکے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کتاب کے ذریعے آپ کو علم کے ساتھ ساتھ مسرت بھی حاصل ہو جس کے لیے کتاب میں رنگین تصویریں اور نقشے بھی دیے گئے ہیں۔ درسی کتاب کے ہر سبق کا بغور مطالعہ کیجیے۔ سبق کا جو حصہ آپ کی سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں اپنے استاد یا سرپرست سے دریافت کر کے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ چوکونوں میں دیا ہوا مواد آپ کے علم میں اضافہ ہی کرے گا۔ اگر آپ تاریخ کو ایک دلچسپ مضمون سمجھ کر پڑھیں گے تو یقیناً آپ اس مضمون کو پسند کرنے لگیں گے۔

حصۂ تاریخ میں 'عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ' دی ہوئی ہے۔ عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تشکیل میں مہاراشٹر کے کردار و مقام کو مرکوز رکھتے ہوئے یہ درسی کتاب تیار کی گئی ہے جس کی وجہ سے آپ میں نہ صرف بھارت کا شہری ہونے کا احساس پیدا ہوگا بلکہ اپنے فرائض سے بھی آپ کو واقفیت حاصل ہوگی۔

'شہریت' کے حصے میں بھارت کے دستور کا تعارف کرایا گیا ہے۔ بھارت کے دستور (آئین) کی تیاری کا پس منظر، دستور کی تمہید، دستور کے ذریعے دیے ہوئے بنیادی حقوق اور رہنما اُصولوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ نہایت آسان زبان میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہمارے ملک کا کام کاج دستور، دستوری قوانین اور ضابطوں کے مطابق چلتا ہے۔ آپ کی آموزش کو عمل مرکوز بنانے کے لیے کئی سرگرمیاں دی ہوئی ہیں۔ آپ اگلی جماعت میں اس احساس کے ساتھ ہی داخلہ لینے والے ہیں کہ آپ ملک کے ذمہ دار شہری ہیں اور ملک کا مستقبل سنوارنے والے ہیں۔

تاریخ کے مطالعے سے ہمیں اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں کا علم ہوتا ہے۔ اگر تاریخ کو علمِ شہریت کا ساتھ مل جائے تو ہم بہ آسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ملک اور سماج کے مستقبل کی تشکیل کے لیے ہمیں کون سے فرائض انجام دینے ہیں۔ اسی لیے یہ کتاب مشترکہ مطالعہ کی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔

(ڈاکٹر سنیل مگر)

ڈائرکٹر

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و

ابھیاس کرم سنشو دھن منڈل، پونہ

پونہ۔

تاریخ: 28 مارچ 2017

— اساتذہ کے لیے —

چھٹی جماعت میں آپ مضمون تاریخ وشہریت کی درسی کتاب پڑھ چکے ہیں۔اسی مضمون کی ساتویں جماعت کی درسی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

تاریخ کی اس پیشکش کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مہاراشٹر مرکوز ہے۔گو کہ ہمارا علاقہ بھارتی وفاق کا حصہ ہے لیکن تاریخ کے مطالعہ کے دوران اگر بھارت کی تاریخ میں مہاراشٹر کا مقام، کردار اور خدمات مدِنظر رکھی جائیں تو طلبہ کے قومی جذبات مزید پختہ ہوں گے۔ وہ اس بات کو بھی سمجھ سکیں گے کہ ملک کے تئیں ان کے اسلاف اور بزرگوں نے کیا کِیا ہے جس کی وجہ سے ان میں اپنی قومی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس بیدار ہوگا۔

اس حوالے سے سترھویں صدی میں شیواجی مہاراج کے ذریعے سوراج کا قیام ایک اہم واقعہ ہے۔سوراج کے قیام کا تجزیہ کرنے کے لیے شیواجی مہاراج کے عروج سے قبل بھارت اور مہاراشٹر کے حالات سے واقفیت ضروری ہے۔اسی منصوبے کے تحت اس کتاب میں تاریخ پیش کی گئی ہے۔اس کتاب میں یہ بحث بھی کی گئی ہے کہ شیواجی مہاراج کی موت کے بعد سوراج پر جنوب کی طرف سے کس طرح حملے ہوئے نیز مہاراشٹر نے ان حملوں کا جواب کیسے دیا اور کس طرح سوراج کی حفاظت کی۔ ان حملوں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے مراٹھوں نے مہاراشٹر کی حدود سے باہر نکل کر بھارت کے زیادہ تر حصوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کتاب کا اگلا حصہ ہے سوراج سے سامراج کی طرف۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ انگریزوں نے بھارت پر قبضہ کرلیا اور حکومت کی لیکن یہ سمجھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ مہاراشٹر انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے میں کس طرح پیش پیش رہا۔ انگریزوں کا مقابلہ مراٹھوں سے تھا اور انھوں نے مراٹھوں سے لڑکر ہی بھارت پر قبضہ کیا۔ یہ معلومات حاصل کرنا ہماری اہلیت اور فرض کے لیے ضروری ہے۔ درس و تدریس کے دوران طلبہ کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا متوقع ہے۔ درسی کتاب کے اس مقصد کو تصویری شکل میں سرورق پر مراٹھا اقتدار کی توسیع دِکھانے کے لیے بھارت کے نقشے کا استعمال کیا گیا ہے۔

شہریت کے حصے میں بھارت کے دستور یعنی آئین کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس مضمون کی تدریس ایک ہی تعلیمی سال میں ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اسے دو جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ساتویں جماعت میں دستور کی ضرورت، دستوری قدریں، تمہید، بنیادی حقوق، فرائض اور رہنما اُصولوں سے متعلق مواد کی شمولیت پر زور دیا گیا ہے۔ دستور میں حکومتی نظام کی نوعیت اور اس پر مبنی سیاسی عمل کا مطالعہ آٹھویں جماعت میں کرنا ہے۔اس لحاظ سے ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کی شہریت کی درسی کتابیں ایک دوسرے کا تکملہ ہیں۔طلبہ کی آسان فہمائش کے مدِنظر ہی ان کتابوں کے مواد کی پیشکش کی گئی ہے۔مواد کی یہ پیشکش تنوّع سے بھرپور ہے اور تشکیلِ علم کے نظریے پر مبنی ہے لیکن اس سے بھی کچھ آگے جاکر سیاسی نظام سے متعلق بدگمانیاں دور کرکے طلبہ کو سماج کی ایک اہم اکائی بنانے کو ترجیح دی گئی ہے۔مواد کی پیشکش انتہائی سہل اور سادہ زبان میں کی گئی ہے جس کی وجہ سے طلبہ کتاب کو پڑھنے میں دلچسپی لیں گے۔

اساتذہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کتاب کی تدریس کے وقت اخبارات، ٹیلی ویژن کی خبریں، محققین کے جائزے وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے طلبہ میں ہمہ جہت نظریہ پروان چڑھانے میں مدد کریں گے۔ اگر تاریخ اور شہریت کی درس و تدریس موجودہ حالات کے تناظر میں کی جائے تو نہ صرف یہ آموزش معنی خیز ہوگی بلکہ طلبہ کو خود میں مختلف قدروں کو فروغ دینے میں بھی معاونت کرے گی۔

فہرست

عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ

نمبر شمار	سبق کا نام	صفحہ نمبر
۱۔	تاریخ کے ماخذ	۱
۲۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا بھارت	۵
۳۔	مذہبی ہم آہنگی	۱۱
۴۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا مہاراشٹر	۱۴
۵۔	سوراج کا قیام	۱۹
۶۔	مغلوں سے لڑائی	۲۴
۷۔	سوراج کا انتظام	۲۹
۸۔	مثالی حکمراں	۳۳
۹۔	مراٹھوں کی جنگِ آزادی	۳۷
۱۰۔	مراٹھا حکومت کی توسیع	۴۴
۱۱۔	وطن کے محافظ مراٹھے	۴۷
۱۲۔	سامراج کی پیش قدمی	۵۳
۱۳۔	مہاراشٹر کی سماجی زندگی	۵۷

S.O.I. Note : The following foot notes are applicable : (1) © Government of India, Copyright : 2017. (2) The responsibility for the correctness of internal details rests with the publisher. (3) The territorial waters of India extend into the sea to a distance of twelve nautical miles measured from the appropriate base line. (4) The administrative headquarters of Chandigarh, Haryana and Punjab are at Chandigarh. (5) The interstate boundaries amongst Arunachal Pradesh, Assam and Meghalaya shown on this map are as interpreted from the "North-Eastern Areas (Reorganisation) Act. 1971," but have yet to be verified. (6) The external boundaries and coastlines of India agree with the Record/Master Copy certified by Survey of India. (7) The state boundaries between Uttarakhand & Uttar Pradesh, Bihar & Jharkhand and Chattisgarh & Madhya Pradesh have not been verified by the Governments concerned. (8) The spellings of names in this map, have been taken from various sources.

متوقع صلاحیتیں

نمبر شمار	اکائی	صلاحیتیں
۱۔	تاریخ کے ماخذ	- عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ کے ماخذ کو پہچاننا۔ - تاریخی ماخذ کی جماعت بندی کرنا۔ - تاریخ نویسی میں تاریخی ماخذ کی اہمیت کو پہچاننا۔ - تاریخی ماخذ کے تحفظ کی کوشش کرنا۔
۲۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا بھارت	- شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد میں بھارت کی مختلف حکومتوں کے سماجی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کو بیان کرنا۔ - مہاراشٹر پر مغلیہ عہد کے واقعات کے اثرات کا تجزیہ کرنا۔
۳۔	شیواجی مہاراج سے قبل کا مہاراشٹر	- شیواجی مہاراج کے عہد سے قبل کی سماجی زندگی کی وضاحت کرنا۔ - عادل شاہی اور نظام شاہی عہد کے مختلف تاریخی واقعات کی وضاحت کرنا۔ - شیواجی مہاراج کے عہد سے قبل کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا تجزیہ کرنا۔
۴۔	سوراج کا قیام	- سنتوں کی تعلیمات میں یکسانیت تلاش کرنا۔ - ان حالات کا باریک بینی سے تجزیہ کرنا جو سوراج کے قیام کا سبب بنے۔ - قلعوں/تاریخی عمارتوں کا دورہ کرکے ان سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔ - انٹرنیٹ کی مدد سے قلعوں کی معلومات حاصل کرنا۔ - تاریخی ورثے کے تحفظ ونگہداشت کی کوشش کرنا۔ - جاؤلی کی فتح کی تاریخی اہمیت کو سمجھنا۔ - یہ احساس پیدا کرنا کہ شیواجی مہاراج کے ساتھی ان پر جان چھڑکتے تھے۔
۵۔	مغلوں سے لڑائی	- شیواجی مہاراج کی جنگی حکمتِ عملی کا مطالعہ کرنا۔ - مراٹھوں اور مغلوں کی باہمی کشمکش کا باریک بینی سے مطالعہ کرنا۔ - مشکل حالات میں شیواجی مہاراج کی قوتِ فیصلہ اور ہمت کی مطالعاتی وضاحت کرنا۔
۶۔	شیواجی مہاراج کی تاجپوشی	- شیواجی مہاراج کی تاجپوشی کے پس پشت موجود اسباب کی وضاحت کرنا۔ - جنوب کی ہمہ گیر فتح کے بعد نقشے کی مدد سے سوراج کی توسیع کی وضاحت کرنا۔
۷۔	مثالی حکمراں	- عوام کی فلاح و بہبود پر مبنی سوراج کے انتظامِ حکومت کی معلومات بیان کرنا۔ - چھترپتی شیواجی مہاراج کے نظم ونسق اور فوجی انتظام کی وضاحت کرنا۔ - شیواجی مہاراج کے ہم عصر حکمرانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اس حوالے سے چھترپتی کی انفرادیت کو سمجھنا۔ - چھترپتی شیواجی مہاراج کے کردار سے ترغیب حاصل کرنا۔ - قلعوں کا مناسب نمونہ تیار کرنا۔
۸۔	آزادی کی لڑائی	- چھترپتی شیواجی مہاراج کی موت کے بعد مراٹھوں کی بدلتی حکومتی پالیسوں کی وضاحت کرنا۔ - ناموافق حالات میں بھی مراٹھوں نے اقتدار برقرار رکھا، اس کا علم رکھنا۔ - چھترپتی راجارام مہاراج کو راجدھانی جنجی منتقل کرنا پڑی اس کا مطالعہ کرنا۔ - مہارانی تارابائی کے کاموں کا تجزیہ کرتے ہوئے جائزہ لینا۔
۹۔	پیشواؤں کا عہد اور مراٹھا اقتدار کی توسیع	- مراٹھا اقتدار نے مکمل سطح پر طاقت ورحکومت کے طور پر عروج حاصل کیا اُس عہد کے تاریخی واقعات کی مدد سے اس بات کی وضاحت کرنا۔ - پانی پت کی لڑائی کا تجزیہ کرنا۔ - پیشواؤں کے کارناموں کی معلومات حاصل کرنا۔ - مراٹھا سرداروں کے کارناموں کی اہمیت بیان کرنا۔

۱۔ تاریخ کے ماخذ

گزشتہ برس ہم نے بھارت کے قدیم دَور کا مطالعہ کیا۔اس برس ہم عہدِ وسطیٰ کا مطالعہ کرنے والے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق نویں صدی عیسوی سے اٹھارہویں صدی عیسوی تک کے عہد کو بھارت کی تاریخ کا عہدِ وسطیٰ مانا جاتا ہے۔اس سبق میں ہم عہدِ وسطیٰ کے تاریخی ماخذ کا مطالعہ کریں گے۔

زمانی ترتیب کے لحاظ سے ماضی میں واقع ہونے والے واقعات کے بارے میں تحقیق اور باضابطہ معلومات کو تاریخ کہا جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

لفظ 'تاریخ' کے معنی - کسی چیز کے ظہور کا وقت، کسی عظیم واقعہ کے وقت کا تعین۔زمانہ کا عرصہ۔

شخص، سماج، مقام اور زمانہ ایسے چار عناصر ہیں جو تاریخ کے نقطۂ نظر سے نہایت اہم ہیں۔تاریخ قابلِ اعتبار شہادتوں پر مبنی ہونی چاہیے۔انھی قابلِ اعتبار شہادتوں کو تاریخی ماخذ کہا جاتا ہے۔

ہم ان تاریخی ماخذ کو ماڈّی (طبعی) ماخذ، تحریری ماخذ اور زبانی ماخذ کے طور پر درجہ بندی کرکے ان کا مطالعہ کریں گے۔اسی طرح ہم ان ماخذ کی قدر پیمائی بھی کریں گے۔

ہم جس تاریخی واقعے کا مطالعہ کرتے ہیں اس واقعے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس سے متعلق بہت سی باتوں پر غور کرنا ہوتا ہے۔اس کے لیے ہمیں تاریخی ماخذ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ہمیں ان تاریخی ماخذ کی تفتیش کرکے ان کی اصلیت کا پتا لگانا پڑتا ہے۔ان ماخذ کا بڑی ہوشیاری اور باریک بینی سے استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ماڈّی (طبعی) ماخذ :

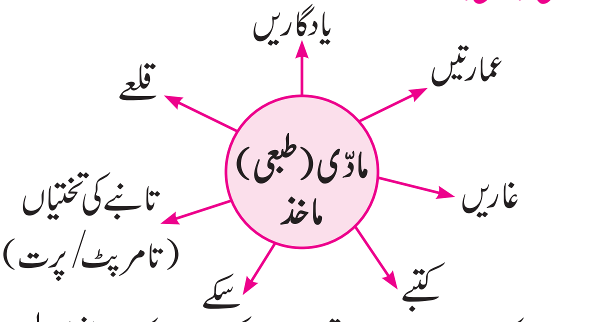

مذکورہ بالا اشیا اور عمارتیں یا اُن کی باقیات کو تاریخ کے طبعی ماخذ کہا جاتا ہے۔

تاریخ کے ماڈّی (طبعی) ماخذ میں قلعوں کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔قلعوں کی کچھ اہم قسمیں ہیں جیسے پہاڑی قلعے، جنگلاتی قلعے، آبی قلعے اور زمینی قلعے۔اسی طرح یادگاروں میں سمادھیاں، مزارات، مقبرے وغیرہ اور عمارتوں میں شاہی محل، قصرِ وزارت، رانی محل اور عام لوگوں کے گھر شامل ہیں۔ان ماخذ کے مطالعے سے ہمیں اس عہد کی تاریخ کی معلومات حاصل ہوتی ہے، فنِ تعمیر کی ترقی کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس عہد کی معاشی حالت، فنونِ لطیفہ کا معیار، طرزِ تعمیر اور عوام کی طرزِ رہائش کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔

بتایئے تو بھلا!

سکّوں کے ذریعے ہمیں تاریخ کا پتا کیسے چلتا ہے؟

آیئے، جان لیں!

قدیم زمانے سے کوڑی، دمڑی، دھیلا، پائی، پیسا، آنہ، روپیا وغیرہ جیسے سکے رائج رہے ہیں۔ان سکوں کی بنیاد پر کچھ ضرب الامثال، محاورے ہماری زبان میں مستعمل ہیں مثلاً

کوڑی کے کام کا نہیں

چمڑی جائے دمڑی نہ جائے

پائی پائی کا حساب رکھنا

روپیا پیسا ہاتھ کا میل ہے

مقبرے

مختلف حکمرانوں کے دور میں رائج سونے، چاندی اور تانبے کی دھاتوں سے تیار کردہ سکے تاریخ کے ماخذ کے طور پر بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سکوں کے مطالعے سے ہمیں حکمرانوں، ان کے عہدِ حکومت، ان کے نظم ونسق، مذہبی تصوّرات اور شخصی تفصیلات وغیرہ کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اس عہد کے معاشی لین دین، معاشی حالت اور دھاتوں کے علم کے ارتقا کا بھی پتا چلتا ہے۔ مغل شہنشاہ اکبر کے رائج کردہ سکوں پر رام سیتا کی تصویروں یا حیدرعلی کے رائج سکوں پر شیو پاروَتی کی تصویروں سے ہمیں ان حکمرانوں کے عہدِ حکومت میں پائی جانے والی مذہبی ہم آہنگی کا علم ہوتا ہے۔ پیشواؤں کے رائج کردہ سکوں پر عربی یا فارسی زبان کا استعمال ہوتا تھا جس کی وجہ سے ہمیں اس عہد میں رائج زبانوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔

پیشوا عہد کے سکّے

حیدرعلی کے سکّے

کتبے (سنگی تحریریں) یعنی پتھروں یا دیواروں پر کندہ تحریریں مثلاً تنجاور کے بِرہدیشور مندر کے احاطے کی تحریر۔ ہمیں چالوکیہ، راشٹرکوٹ، چول اور یادو حکمرانوں کے عہد کی سنگی تحریریں بھی دریافت ہوئی ہیں۔ سنگی تحریروں کو تاریخ نویسی کا ایک نہایت اہم اور قابلِ اعتبار ماخذ مانا جاتا ہے جس کی وجہ سے زبان، رسم الخط اور سماجی زندگی جیسے اہم معاملات کی تفہیم میں آسانی ہوتی ہے۔

تانبے کی پرت یا پلیٹوں پر کندہ تحریروں کو تامرپٹ (پرت) کہا جاتا ہے۔ تانبے کی ان پرتوں پر شاہی فرمان اور فیصلوں وغیرہ کی معلومات کندہ ہوتی تھیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

چیتیہ (بدھ مندر)، خانقاہیں، مندریں، کلیسا، مساجد، آتش کدے، قلعے، مقبرے، گرودوارے، چھتری، سنگ تراشی، کنویں، زینے دار باولیاں، مینار، فصیل، ملبوسات، ہتھیار، برتن، زیورات، کپڑے، فنکاری کے نمونے، کھلونے، اوزار اور موسیقی کے آلات (ساز) وغیرہ کا شمار تاریخ کے طبعی ماخذ میں ہوتا ہے۔

تحریری ماخذ : عہدِ وسطیٰ کے دیوناگری، عربی، فارسی اور موڑی جیسے رسم الخط زبان کی مختلف شکلوں، بھوج پتروں، پوتھیوں، مذہبی کتابوں، گرنتھوں، شاہی فرمان، سوانح اور تصویروں کی مدد سے ہمیں اس عہد کے اہم تاریخی واقعات کی معلومات ملتی ہے۔ ان کے علاوہ کھانے پینے کی اشیا، عوامی زندگی، لباس، رہن سہن، خیالات ونظریات، تقریبات اور تیج تہواروں کا بھی علم ہوتا ہے۔ ان تمام اشیا کو تاریخ کے تحریری ماخذ کہا جاتا ہے۔

تحریری ماخذ

↑ خط وکتابت ومراسلات
↑ شجرے
↑ شاہی دربار کے روزمرہ کے کام کاج کی دستاویز

↓ تذکرے، تواریخ
↓ غیر ملکی سیاحوں کے سفرنامے
↓ گرنتھ سوانح
↓ شاہی فرمان، فیصلے

عہدِ وسطیٰ میں غیر ملکی سیاح بھارت آئے۔ انھوں نے اپنے سفرنامے تحریر کیے۔ ان سیاحوں میں البیرونی، ابنِ بطوطہ، نکولس، منوچی وغیرہ شامل ہیں۔ بابر کی سوانح، کوی پرمانند کی سنسکرت زبان میں تحریر کردہ شیواجی کی سوانح 'شری شیو بھارت' اسی طرح مختلف حکمرانوں کی سوانح اور ان کی مراسلت اور خط و کتابت کے مطالعے سے ہمیں ان کی حکومتی پالیسیوں، نظم و نسق اور سیاسی تعلقات کا علم ہوتا ہے۔

تواریخ یا تاریخ کے معنی ہوتے ہیں واقعاتی ترتیب۔ البیرونی، ضیاء الدین برنی، مولانا احمد، یحییٰ بن احمد، مرزا حیدر، بھیم سین سکسینہ وغیرہ کی تحریر کردہ تواریخ ہمیں دستیاب ہیں۔

'بکھر' دراصل عربی لفظ 'خبر' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ بکھر مہاراشٹر میں وجود میں آنے والی تاریخ نویسی کی ایک قسم ہے۔ بکھر کے ذریعے ہمیں اُس زمانے کے سیاسی انقلابات، زبان، ثقافتی زندگی، سماجی حالات وغیرہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مراٹھی کے زیادہ تر بکھر چونکہ واقعات گزر جانے کے بہت عرصے بعد لکھے گئے تھے اس لیے ان میں اکثر سنی سنائی معلومات پر زور دیا گیا ہے۔ سبھاسد بکھر، مہیکاوتی بکھر، اکیانوے نکاتی بکھر، چٹنس کی بکھر، بھاؤ صاحب کی بکھر، کھرڈیا کی لڑائی کی بکھر جیسی اہم بکھریں تھیں۔ اس ضمن میں رابرٹ آرم، ایم۔ سی۔ اسپرنگل اور گرانٹ ڈف جیسے معاصر مغربی مؤرخین کی کتابیں بھی اہم ہیں۔

آئیے، عمل کرکے دیکھیں

- پُواڑے اور ادی واسی گیتوں کا ذخیرہ تیار کیجیے۔
- اسکول کی ثقافتی تقریبات میں انھیں پیش کیجیے۔

زبانی ماخذ : عوامی روایات میں نسل در نسل منتقل ہونے والے چکّی کے گیت، لوک گیت، پُواڑے، کہانیاں، دنت کتھا، روایتی حکایات وغیرہ کے ذریعے ہمیں عوامی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس قسم کے ماخذ کو تاریخ کے زبانی ماخذ کہا جاتا ہے۔

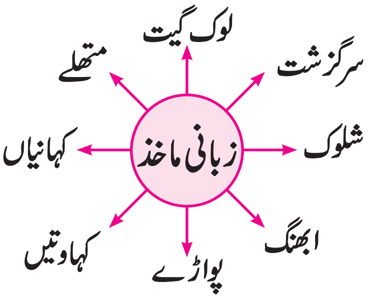

مذکورہ بالا تینوں اقسام کے ماخذ کی بنیاد پر تاریخ تحریر کی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ تحریر کردہ تاریخ میں بھی تحقیق کا کام مسلسل چلتا رہتا ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے نئے ماخذ اور نئی معلومات سامنے آتی ہے۔ ان نئے ماخذ اور نئی معلومات کے مطابق تاریخ کو دوبارہ تحریر کیا جاتا ہے مثلاً ہمیں اپنے دادا دادی، اپنے والدین اور اپنے زمانے کی تاریخ کی کتابوں میں کسی نہ کسی حد تک فرق ملتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

تاناجی پُواڑا : اس پواڑے کے خالق شاعر تلسی داس ہیں۔ اس پواڑے میں سینھ گڑھ کی مہم کا بیان ہے۔ اس میں تاناجی، شیلار ماما، شیواجی مہاراج اور ویرماتا جیجا بائی کے خوبصورت مزاج کی عکاسی ہے۔ مذکورہ پواڑے کا کچھ حصہ یہاں دیا گیا ہے۔

ماما بولا یا تولاگ لا، اینشی ورشا چا مہاترا
لگن راہی لے رائبا چے، توبگلا سانگاوی
ماجھیا تاناجی صوبیدارا، جے گے لے سینھ گڑھالا
تیاچے پاٹھی رے پاہی لے، ناہی پُڑھارے یاہی لے
جیانے آنبارے کھائیلا، باٹھابُجر الاویلا
تیاچے جھاڑ ہواونی آنبے باندھ لے
قِلاّ ہاتی ناہی آرا۔
سینھ گڑھ قلیاچی وارتا
کاڑھونکوتاناجی صوبیدار
جے گے لے سینھ گڑھالا اتے مرون شانی گے لے
تُجا سپاٹا ہوا اِل، اسے بولوں نکورے ماما
آمھی سور مرد چھتری، ناہی بھینار مرنالا

کچھ تو کہیے!

تاریخی ماخذ کی نگہداشت اور تحفّظ کی تدابیر تجویز کیجیے۔

تاریخی ماخذ کی قدر پیمائی : مذکورہ بالا تمام تاریخی ماخذ کو استعمال کرنے سے پہلے کچھ احتیاطی تدابیر لازمی ہوتی ہیں۔ یہ ماخذ معتبر ہیں یا نہیں اس کے بارے میں ہمیں چھان پھٹک کرنا ہوتا ہے۔ ان ماخذ میں اصل اور نقل کے فرق کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔ ان میں شامل مواد کے مطابق، ان کا معیار طے کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ نویس کی صداقت، اس کے ذاتی مفادات پر مبنی تعلقات، عہد، سیاسی دباؤ جیسے عوامل کا مطالعہ بھی لازمی ہوتا ہے۔ اس بات کو بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ حاصل کردہ معلومات سنی سنائی ہے یا تاریخ نویس نے خود اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا ہے۔ تحریر میں مبالغہ آرائی اور تصنع پر بھی غور کرنا پڑتا ہے۔ اس معلومات کا اسی عہد کے دوسرے ماخذ سے موازنہ کرنا پڑتا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حاصل کی ہوئی معلومات یکطرفہ، غیر متعلق یا مبالغہ آمیز ہو اس لیے اس معلومات کا استعمال نہایت باریک بینی اور صحت کے ساتھ کرنا پڑتا ہے۔ ہمیشہ جانچ پڑتال کرنے کے بعد ہی ان ماخذ کا استعمال کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ تاریخ لکھنے کے دوران تاریخ نویس کی غیر جانب داری اور مستقل مزاجی بہت اہم ہوتی ہے۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل خانوں میں چھپے ہوئے تاریخی ماخذ کے نام تلاش کرکے لکھیے۔

ع	ن	ت	ر	ب	ش	د	ج	س	م
ج	م	ا	ط	پ	ز	ن	ی	ل	ق
ل	ی	ر	ی	و	ص	ت	ی	گ	ب
ن	ا	ی	ن	ا	ہ	ک	پ	ن	ر
ع	د	خ	ر	ط	ڑ	تھ	س	ب	ے
ے	ڑ	پ	ک	ے	س	ا	ب	ل	ب

(۲) آئیے، لکھیں:

۱۔ یادگاروں میں کن اشیا کا شمار ہوتا ہے؟

۲۔ تواریخ سے کیا مراد ہے؟

۳۔ تاریخ نویسی کے دوران مؤرّخ کے کون سے پہلو اہم ہوتے ہیں؟

(۳) گروہ سے الگ لفظ تلاش کرکے لکھیے:

۱۔ مادّی (طبعی) ماخذ ، تحریری ماخذ ، غیر تحریری ماخذ، زبانی ماخذ

۲۔ یادگاریں ، سکے ، غار ، کہانیاں

۳۔ بھوج پتر ، مندر ، گرنتھ ، تصویریں

۴۔ اشعار ، تواریخ ، کہانیاں ، روایتی حکایات

(۴) وضاحت کیجیے:

۱۔ مادّی (طبعی) ماخذ

۲۔ تحریری ماخذ

۳۔ زبانی ماخذ

(۵) کیا تاریخی ماخذ کی قدر پیمائی ضروری ہوتی ہے؟ اپنی رائے دیجیے۔

(۶) اپنی رائے لکھیے:

۱۔ کتبوں کو تاریخ نویسی کا قابلِ اعتبار ماخذ مانا جاتا ہے۔

۲۔ زبانی ماخذ کی بنیاد پر عوامی زندگی کے مختلف پہلو سمجھے جاسکتے ہیں۔

سرگرمی:

۱۔ اپنے قریبی میوزیم کا دورہ کیجیے۔ آپ جس تاریخی عہد کا مطالعہ کررہے ہیں اس کے ماخذ سے متعلق معلومات حاصل کرکے اپنی بیاض میں اس کا اندراج کیجیے۔

***

۲۔ شیواجی مہاراج سے قبل کا بھارت

اس سبق میں ہم شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد میں بھارت کی مختلف حکومتوں کا مطالعہ کریں گے۔ اس عہد میں بھارت میں مختلف حکومتیں موجود تھیں۔

آٹھویں صدی عیسوی میں 'پال' بنگال کا مشہور حکمراں خاندان تھا۔ وسطی ہند میں گرجر- پرتہار حکومت نے آندھرا، کلنگ، وِدربھ، مغربی کاٹھے واڑ، قنوج اور گجرات تک وسعت حاصل کرلی تھی۔

شمالی ہند کے راجپوت خاندانوں میں گڑھوال اور پرمار اہم حکمراں خاندان تھے۔ راجپوتوں کے چوہان خاندان میں پرتھوی راج چوہان نہایت بہادر راجا ہو گزرے ہیں۔ ترائی کی پہلی لڑائی میں پرتھوی راج چوہان نے محمد غوری کو شکست دی لیکن ترائی کی دوسری لڑائی میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دے دی۔

تامل ناڈو کے چول خاندان کے راجاؤں میں راج راج اوّل اور راجندر اوّل اہم تھے۔ چول راجاؤں نے بحری بیڑے کے بل بوتے پر جزائر مالدیپ اور سری لنکا پر فتح حاصل کی تھی۔

کرناٹک کے ہوئیسل خاندان کے وِشنو وردھن نامی راجا نے پورا کرناٹک فتح کرلیا تھا۔

مہاراشٹر کے راشٹرکوٹ خاندان کے راجا گووند سوم کے دورِ حکومت میں اس خاندان کی حکومت قنوج سے رامیشور تک پھیل چکی تھی۔ اس کے بعد کرشن سوم نے الہٰ آباد تک کا علاقہ جیت لیا تھا۔ شیلاہاروں کے تین خاندانوں کو مہاراشٹر میں عروج حاصل ہوا۔ پہلا خاندان شمالی کوکن میں تھانہ اور رائے گڑھ، دوسرا خاندان جنوبی کوکن اور تیسرا خاندان کولھاپور، ستارا، سانگلی اور بیلگام ضلع کے کچھ حصوں پر حکمرانی کرتا تھا۔

شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد میں آخری پُرشکوہ حکومت مہاراشٹر کے یادوؤں کی تھی۔ اورنگ آباد سے قریب دیوگری یادو خاندان کے راجا بھِلّم پنجم کی راجدھانی تھی۔ انھوں نے کرشنا ندی کے پرے اپنی حکومت کو توسیع دی۔ یادو خاندان کا دورِ حکومت مراٹھی زبان و ادب کا سنہرا دور مانا جاتا ہے۔ اس دور میں مہاراشٹر میں مہانو بھاؤ اور وارکری فرقوں کو عروج حاصل ہوا۔

شمال مغربی جانب سے حملے :

مہاراشٹر میں راشٹرکوٹ اور یادو جیسے مقامی خاندانوں کی حکومت تھی لیکن شمال مغربی جانب سے آنے والے حملہ آوروں نے مقامی حکومتوں کو جیت کر اپنا اقتدار قائم کیا۔

درمیانی زمانے میں وسط ایشیا میں عربوں کی حکومت قائم ہوئی۔ حکومت کی توسیع کے لیے عربوں نے بھارت کا رُخ کیا۔ آٹھویں صدی میں عرب سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ وہاں کے راجا داہر کو شکست دے کر انھوں نے سندھ فتح کرلیا۔ اس حملے کی بنا پر پہلی مرتبہ عربوں کا بھارت سے سیاسی واسطہ پڑا۔ اس کے بعد کے زمانے میں ایشیا کے ترک، افغان، مغل بھارت آئے اور انھوں نے بھارت میں اپنا اقتدار قائم کیا۔

گیارہویں صدی عیسوی میں بھارت پر ترکوں نے حملے کرنا شروع کیے۔ وہ اپنے اقتدار کو بڑھاتے ہوئے بھارت کی شمال مغربی سرحد تک پہنچ گئے۔ غزنی کے سلطان محمود نے بھارت پر کئی حملے کیے۔ ان حملوں میں انھیں متھرا، ورنداون، قنوج اور سومناتھ کے خوش حال منادر سے بڑی دولت ہاتھ آئی جسے وہ اپنے ساتھ لے گئے۔

شمالی ہند کی سلطان شاہی :

۱۱۷۵ء اور ۱۱۷۸ء میں افغانستان کے علاقے غور کے سلطان محمد غوری نے بھارت پر حملے کیے۔ بھارت کے فتح کیے ہوئے علاقوں کی دیکھ بھال کے لیے انھوں نے قطب الدین ایبک کا تقرر کیا۔ ۱۲۰۶ء میں محمد غوری کے انتقال کے بعد قطب الدین ایبک نے اپنے زیر اثر علاقوں کے معاملات کی دیکھ بھال آزادانہ طور پر کرنا شروع کردی۔ ایبک جو بنیادی طور پر غلام تھے، دہلی کے بادشاہ بن بیٹھے۔ ۱۲۱۰ء میں قطب الدین ایبک کا

انتقال ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

قطب الدین ایبک کے بعد شمس الدین التمش، رضیہ سلطانہ، غیاث الدین بلبن، علاء الدین خلجی، محمد تغلق، فیروز تغلق، ابراہیم لودھی وغیرہ سلاطین نے بھارت پر حکومت کی۔

ابراہیم لودھی آخری سلطان تھے۔ ان کی تنک مزاجی کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کے دشمن بن بیٹھے۔ پنجاب کے صوبیدار دولت خان لودھی نے کابل کے مغل حکمراں بابر کو ابراہیم لودھی کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ اس لڑائی میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی اور اسی کے ساتھ بھارت میں عہدِ سلاطین کا خاتمہ ہوگیا۔

وجے نگر کی حکومت :

دہلی کے سلطان محمد تغلق کے دَورِ حکومت میں دہلی کے مرکزی اقتدار کے خلاف جنوب میں بغاوت بلند ہوئی جس کی بنا پر وجے نگر اور بہمنی کی دو طاقتور حکومتوں کو عروج حاصل ہوا۔ جنوبی ہند کے دو بھائی ہری ہر اور بُکّا دہلی کے سلطان کے دربار میں سردار تھے۔ انھوں نے محمد تغلق کے دور میں جنوب میں سیاسی بدنظمی اور کمزوری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ۱۳۳۶ء میں وجے نگر کی حکومت قائم کی۔ موجودہ کرناٹک کا شہر 'ہمپی' وجے نگر حکومت کی راجدھانی تھا۔ ہری ہر وجے نگر کے پہلے راجا تھے۔ ہری ہر کے بعد ان کے بھائی بُکّا راجا بنے۔ بُکّا نے رامیشور تک کا علاقہ اپنے زیرِ اقتدار کیا۔

کرشن دیورائے :

کرشن دیورائے ۱۵۰۹ء میں وجے نگر کے تخت پر بیٹھے۔ انھوں نے وجے واڑا اور راج مہندری کے علاقے جیت کر اپنی حکومت میں شامل کیے۔ بہمنی سلطان محمود شاہ کی قیادت میں یکجا ہونے والی سلطانی فوج کو انھوں نے شکست دی۔ کرشن دیورائے کے دورِ حکومت میں وجے نگر کی حکومت مشرق میں کٹک سے لے کر مغرب میں گوا تک اور شمال میں رائچور دوآبہ سے لے کر جنوب میں بحرِ ہند تک پھیلی ہوئی تھی۔ کرشن دیورائے کا انتقال ۱۵۳۰ء میں ہوا۔

کرشن دیورائے

کرشن دیورائے عالم تھے۔ انھوں نے تیلگو زبان میں سیاسی موضوع پر 'آمُکت مالیہ دا' نامی کتاب لکھی۔ ان کے دورِ حکومت میں وجے نگر میں ایک ہزار رام مندر اور وِٹھل مندر تعمیر کیے گئے تھے۔

کرشن دیورائے کے انتقال کے بعد وجے نگر کی حکومت زوال پذیر ہوگئی۔ موجودہ ریاست کرناٹک کے تالی کوٹ میں ایک طرف عادل شاہی، نظام شاہی، قطب شاہی، برید شاہی اور دوسری طرف وجے نگر کے راجا رام رائے کے درمیان ۱۵۶۵ء میں لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں راجا رام رائے کو شکست ہوئی۔ اسی کے ساتھ وجے نگر کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

بہمنی سلطنت :

محمد تغلق کی بالادستی کو ختم کرنے کے لیے جنوبی بھارت کے سرداروں نے بغاوت کی۔ ان سرداروں کے قائد حسن گنگو نے دہلی کی شاہی فوج کو شکست دی۔ ۱۳۴۷ء میں نئی حکومت وجود میں آئی۔ اس نئی حکومت کو بہمنی سلطنت کہا جاتا ہے۔ حسن گنگو اس بہمنی سلطنت کے پہلے سلطان تھے۔ انھوں نے کرناٹک کے گلبرگہ کو اپنی راجدھانی بنایا۔

محمود گاواں :

محمود گاواں بہمنی سلطنت کے وزیرِ اعظم اور بہترین منتظم تھے۔ انھوں نے بہمنی سلطنت کو معاشی طور پر خوش حال بنایا۔

فوجیوں کو جاگیرداری کے بجائے نقد تنخواہ دینے کی ابتدا انھوں نے ہی کی۔فوج میں نظم وضبط پیدا کیا۔زمینوں کے محصولات کے انتظام میں اصلاح کی۔ بیدر میں عربی اور فارسی علوم کے مطالعے کے لیے مدارس قائم کیے۔

محمود گاواں کے بعد بہمنی سلطنت کے سرداروں میں گروہ بندی بڑھنے لگی۔بہمنی سلطنت اور وجے نگر کی حکومت کے درمیان ہونے والے تصادم کے برے اثرات مرتب ہوئے۔مختلف علاقوں کے افسران خودمختار ہوتے چلے گئے۔بہمنی سلطنت تقسیم ہوتی چلی گئی۔ یہ سلطنت برار کی عماد شاہی، بیدر کی برید شاہی، بیجاپور کی عادل شاہی، احمد نگر کی نظام شاہی اور گولکنڈہ کی قطب شاہی ان پانچ ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

مغل حکومت :

۱۵۲۶ء میں دہلی میں عہدِ سلاطین کا خاتمہ ہوگیا۔ وہاں مغلیہ حکومت کی بنیاد پڑی۔

بابر : ظہیرالدین محمد بابر مغل حکومت کے بانی تھے۔وہ وسطی ایشیا میں موجودہ ازبکستان کے فرغانہ نامی ریاست کے حکمران تھے۔ بھارت کی بے پناہ دولت کے بارے میں انھوں نے سن رکھا تھا اس لیے انھوں نے بھارت پر حملے کا منصوبہ بنایا۔

اس وقت دہلی پر ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔عہدِ سلاطین میں دولت خان، پنجاب کے علاقے کے حاکمِ اعلیٰ تھے۔ابراہیم لودھی اور دولت خان میں نا اتفاقی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے دولت خان نے بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بابر نے بھارت پر حملہ کردیا۔بابر کا مقابلہ کرنے کے لیے ابراہیم لودھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلے۔ ۲۱راپریل ۱۵۲۶ء کو دونوں کے درمیان پانی پت کے مقام پر جنگ ہوئی۔اس جنگ میں بابر نے بھارت میں سب سے پہلے توپ خانے کا مؤثر استعمال کیا۔انھوں نے ابراہیم لودھی کی فوج کو شکست دے دی۔اسی کو پانی پت کی پہلی لڑائی کہا جاتا ہے۔

اس لڑائی کے بعد میواڑ کے رانا سانگا نے راجپوتوں کو متحد کیا۔بابر اور رانا سانگا کے درمیان کھانُوا کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں بابر نے توپ خانے اور ان کی محفوظ فوج نے متاثر کن کارنامہ انجام دیا۔ رانا سانگا کی فوج کو شکست ہوئی۔ ۱۵۳۰ء میں بابر کا انتقال ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بابر کے بعد ہمایوں (۱۵۳۰ء سے ۱۵۳۹ء اور ۱۵۵۵ء سے ۱۵۵۶ء) تخت نشین ہوئے۔ ہمایوں کو شیر شاہ سوری نے شکست دی اور دہلی کے تخت پر سوری خاندان کی حکومت قائم کی۔ ہمایوں کے بعد اکبر (۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء) تخت نشین ہوئے۔ اکبر اور ہیمو کے درمیان پانی پت کے میدان میں ۱۵۵۶ء میں لڑائی ہوئی۔ اسے پانی پت کی دوسری لڑائی کہا جاتا ہے۔اکبر کی بڑی خواہش تھی کہ پورے بھارت کو ایک ہی عمل داری کے تحت لایا جائے۔اکبر کے بعد جہانگیر (۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۸ء) شہنشاہ بنے۔ان کے عہدِ حکومت میں ان کی ملکہ نور جہاں نے مؤثر کارہائے نمایاں انجام دیے۔جہانگیر کے بعد شاہ جہاں (۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء) شہنشاہ بنے۔شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب (۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء) طویل عرصے تک شہنشاہ رہے۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلیہ حکومت زوال پذیر ہوگئی۔

اکبر مغل خاندان کے سب سے زیادہ قابل اور باصلاحیت بادشاہ تھے۔اکبر نے پورے بھارت کو ایک ہی عمل داری کے تحت لانے کی کوشش کی۔اس وقت ان کی مخالفت کی گئی۔رانا پرتاپ، چاند بی بی، رانی درگاوتی وغیرہ نے اکبر کے خلاف جو لڑائیاں چھیڑیں وہ قابلِ ذکر ہیں۔

مہارانا پرتاپ : اُدے سنگھ کی موت کے بعد مہارانا پرتاپ میواڑ کی گدّی پر بیٹھے۔ اپنی حکومت (میواڑ) کی بقا کے لیے

رانا پرتاپ

انھوں نے مسلسل جدوجہد جاری رکھی۔ اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لیے وہ آخردم تک اکبر سے لڑتے رہے۔ اپنی بہادری، شجاعت، خودداری اور ایثار جیسے اوصاف کی بدولت وہ تاریخ میں امر ہوگئے۔

چاند بی بی : ۱۵۹۵ء میں مغلوں نے نظام شاہی کی راجدھانی احمد نگر پر حملہ کیا۔ مغل فوج نے احمد نگر کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ احمد نگر کے حسین نظام شاہ کی بہادر بیٹی چاند بی بی نے نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے احمد نگر کے قلعے کی حفاظت کی۔ اسی دوران نظام شاہی سرداروں میں نااتفاقی پیدا ہوگئی۔ اس نااتفاقی کی وجہ سے انجام کار چاند بی بی کو قتل کردیا گیا۔ چاند بی بی کے قتل کے بعد مغلوں نے احمد نگر کا قلعہ فتح کرلیا۔ لیکن وہ مکمل نظام شاہی سلطنت پر قبضہ نہ جما سکے۔

چاند بی بی

رانی دُرگاوَتی : وِدربھ کا مشرقی حصہ، اس کے شمال میں مدھیہ پردیش کا حصہ، موجودہ چھتیس گڑھ کا مغربی حصہ، آندھرا پردیش کا شمالی حصہ اور اوڈیشا کا مغربی حصہ گونڈوَن کا توسیعی علاقہ تھا۔ راجپوتوں کے چندیل

رانادرگاوتی

خاندان میں پیدا ہونے والی درگاوتی شادی کے بعد گونڈوَن کی رانی بنیں۔ انھوں نے عمدہ طریقے سے حکمرانی کی۔ عہدِ وسطیٰ کی تاریخ میں مغلوں کے خلاف رانی درگاوتی کی جنگ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اپنے شوہر کی موت کے بعد درگاوتی نے مغلوں سے لڑتے ہوئے اپنی جان دے دی لیکن ان کی پناہ میں جانا گوارا نہیں کیا۔

اورنگ زیب : ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب بادشاہ بنے۔ اس وقت مغلیہ حکومت شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب میں احمد نگر تک اور مغرب میں کابل سے لے کر مشرق میں بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد میں مشرقی جانب کے آسام، جنوبی جانب کی بیجاپور کی عادل شاہی اور گولکنڈہ کی قطب شاہی کا خاتمہ کرکے ان علاقوں کو اپنی حکومت میں ضم کرلیا تھا۔

اورنگ زیب

آہوموں کی لڑائی : تیرھویں صدی عیسوی میں شان نامی فرقے کے لوگ برہمپتر ندی کی وادی میں رہائش پذیر ہوئے۔ یہاں انھوں نے اپنا اقتدار قائم کیا۔ مقامی لوگ انھیں 'آہوم' کہتے تھے۔

اورنگ زیب کے دَورِ حکومت میں آہوم طویل عرصے تک مغلیہ حکومت سے برسرِ پیکار رہے۔ مغلوں نے آہوموں کے علاقوں پر حملے کیے۔ گدادھر سنگھ کی قیادت میں آہوم متحد ہوگئے۔ فوج کے کمانڈر لاچھت بڑ پھوکن نے مغلوں کے خلاف سخت جدوجہد کی۔ آہوموں نے مغل فوج کے خلاف گوریلا طریقۂ جنگ استعمال کیا۔ اس جدوجہد کی وجہ سے مغلوں کے لیے آسام میں اپنے اقتدار کو مستحکم بنانا ممکن نہ ہوسکا۔

سکھوں سے لڑائی : سکھوں کے نویں مذہبی رہنما گرو تیغ

گرو گووند سنگھ

بہادر نے اورنگ زیب کے ناقابلِ برداشت مذہبی طرزِ عمل کے خلاف سخت ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا۔ اورنگ زیب نے انھیں قید کرکے ۱۶۷۵ء میں ان کا سر قلم کروادیا۔

ان کے بعد گرو گووند سنگھ سکھوں کے رہنما بنے۔

گرو گووند سنگھ نے اپنے پیروؤں کو متحد کرکے ان کے جنگجویانہ رجحان کو بڑھاوا دیا۔ انھوں نے جنگجو سکھ جوانوں کی ایک جماعت تیار کی جسے 'خالصہ جماعت' کہتے ہیں۔ آنندپوران کا اہم مرکز تھا۔ اورنگ زیب نے سکھوں کے خلاف اپنی فوج روانہ کی جس نے آنندپور پر حملہ کیا۔ سکھوں نے پرزور مزاحمت کی لیکن ناکام رہے۔ اس کے بعد گرو گووند سنگھ جنوب کی طرف چلے گئے۔ ۱۷۰۸ء میں ناندیڑ کے مقام پر ان پر حملہ ہوا جس کے نتیجے میں ان کا انتقال ہوگیا۔

راجپوتوں سے لڑائی : اکبر نے اپنے دوستانہ رویے کی بنا پر راجپوتوں کا تعاون حاصل کرلیا تھا لیکن اورنگ زیب کو راجپوتوں کا تعاون حاصل نہ ہو پایا۔ مارواڑ کے راجا جسونت سنگھ کی موت کے بعد اورنگ زیب نے اس کی ریاست کو اپنی حکومت میں ضم کرلیا۔ دُرگا داس راٹھوڑ نے راجا جسونت سنگھ کے کمسن بیٹے اجیت سنگھ کو مارواڑ کی گدی پر بٹھا دیا۔ درگا داس نے مغلوں کے خلاف جدوجہد کی۔ دُرگا داس کی مزاحمت کا مقابلہ کرنے کے لیے اورنگ زیب نے شہزادہ اکبر کو مارواڑ روانہ کیا۔ شہزادہ اکبر خود راجپوتوں سے مل گیا اور اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کردی۔ اس بغاوت میں مہاراشٹر کے مراٹھوں سے بھی مدد لینے کی کوشش کی گئی۔ دُرگا داس راٹھوڑ نے مغلوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھی۔

مراٹھوں سے لڑائی : مہاراشٹر میں شیواجی مہاراج کی قیادت میں سوراج کا قیام عمل میں آیا۔ سوراج قائم کرنے میں انھیں دیگر دشمنوں کے علاوہ مغلوں سے بھی جدوجہد کرنا پڑی۔ ان کی موت کے بعد پورا جنوبی بھارت فتح کرنے کے مقصد سے اورنگ زیب دکن میں داخل ہوئے لیکن مراٹھوں نے سخت جدوجہد کی اور اپنی آزادی کی حفاظت کی۔ ہم ان تمام لڑائیوں اور جدوجہد کی تفصیل آئندہ سبق میں معلوم کریں گے۔

مشق

(۱) نام بتائیے :

۱۔ گونڈوَن کی رانی ....

۲۔ اُدے سنگھ کا بیٹا ....

۳۔ مغلیہ حکومت کے بانی ....

۴۔ بہمنی سلطنت کا پہلا سلطان ....

۵۔ گرو گووند سنگھ کی قائم کردہ جماعت ....

(۲) گروہ سے تعلق نہ رکھنے والا لفظ تلاش کیجیے :

۱۔ سلطان محمد ، قطب الدین ایبک ، محمد غوری ، بابر

۲۔ عادل شاہی ، نظام شاہی ، سلطان شاہی ، برید شاہی

۳۔ اکبر ، ہمایوں ، شیر شاہ ، اورنگ زیب

(۳) مختصر جواب لکھیے :

۱۔ وجے نگر اور بہمنی حکومتوں کا عروج کن وجوہات کی بنا پر ہوا؟

۲۔ محمود گاواں نے کون سی اصلاحات کیں؟

۳۔ مغلوں کو آسام میں اپنی حکومت کو مضبوط بنانے میں کیوں مشکل پیش آئی؟

(۴) اپنے الفاظ میں مختصر معلومات دیجیے :

۱۔ کرشن دیورائے

۲۔ چاند بی بی

۳۔ رانی دُرگاوَتی

(۵) وجہ بیان کیجیے :

۱۔ بہمنی سلطنت پانچ حصوں میں بٹ گئی؟

۲۔ رانا سانگا کی فوج کو شکست ہوئی۔

۳۔ رانا پرتاپ تاریخ میں امر ہوگئے۔

۴۔ اورنگ زیب نے گرو تیغ بہادر کو قید کردیا۔

۵۔ راجپوتوں نے مغلوں کے خلاف جنگ کی۔

(۶) زمانی خط کو مکمل کیجیے :

۱۳۳۶ء	....	۱۵۰۹ء	....
وجے نگر حکومت کا قیام	بہمنی سلطنت کا قیام	....	مغلیہ حکومت کا قیام

(۷) انٹرنیٹ کی مدد سے اپنے پسندیدہ کسی ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مندرجہ ذیل چوکون میں تحریر کیجیے۔

مجھے معلوم ہے کہ

____

____

____

____

سرگرمی :

اس سبق میں مذکور کسی شخص کے بارے میں حوالہ جاتی کتب، اخبارات، انٹرنیٹ وغیرہ کی مدد سے اضافی معلومات حاصل کیجیے۔ اپنی سرگرمی بیاض میں تصویری معلومات کا کولاج (کولاژ) تیار کر کے تاریخ کی جماعت میں اس کی نمائش کیجیے۔

***

دیوگری کا قلعہ

۳۔ مذہبی ہم آہنگی

زبان اور مذہب کی رنگا رنگی بھارتی سماج کی اہم خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے ملک کے دستور نے مذہبی ہم آہنگی کے اُصول کو اپنایا ہے۔عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی سماجی زندگی میں بھی اسی اُصول کی بنیاد پر مذہبی ہم آہنگی قائم کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ان کوششوں کے نتیجے میں بھکتی تحریک، سکھ مذہب اور صوفی فرقے کو اپنے اپنے سماجی گروہوں میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ بھارت کے مختلف علاقوں میں مختلف نظریات کو فروغ حاصل ہوا۔ان نظریات کے تحت خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ مذہبی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی پر زور دیا گیا۔ہم اس سبق میں اس تعلق سے مزید معلومات حاصل کریں گے۔

بھارت میں لوگوں کی مذہبی زندگی میں کرم کانڈ (مکافاتِ عمل) اور برہم گیان (خدا کی معرفت) پر خصوصی زور دیا جاتا تھا۔عہدِ وسطیٰ میں ان دونوں کی جگہ بھکتی (عقیدت) کو اہمیت حاصل ہوگئی۔اس بھکتی مارگ (راہِ عقیدت) میں حقوق کے امتیاز کو غیر ضروری اہمیت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے مذہبی ہم آہنگی کو مزید تحریک ملی۔ بھارت کے مختلف صوبوں میں مقامی حالات کے مطابق عقیدت پر مبنی مختلف فرقے نظر آتے ہیں۔ان فرقوں نے روایتی سنسکرت کے بجائے عوامی زبان کا استعمال کیا جس کی وجہ سے ان مذہبی تحریکات نے علاقائی زبانوں کے فروغ میں معاونت کی۔

بھکتی تحریک : مانا جاتا ہے کہ بھکتی تحریک کا آغاز جنوبی بھارت سے ہوا۔اس علاقے میں نائنار اور الوار جیسی بھکتی تحریکوں کو عروج حاصل ہوا۔ نائنار بھگوان شیو سے عقیدت رکھتے تھے جبکہ الوار بھگوان وشنو کے عقیدت مند تھے۔ یہ تسلیم کرکے کہ شیو اور وشنو دونوں ایک ہی ہیں ان میں یکسانیت بتانے کی کوشش بھی کی گئی۔ بڑی تعداد میں 'ہری ہر' کی مورتیاں بھی تیار کی گئیں جن میں آدھا جسم شیو کا اور آدھا جسم وشنو کا بتایا گیا تھا۔ ان بھکتی تحریکوں میں سماج کے ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ان تحریکوں نے خدا سے محبت، انسانیت، ترحم، مہربانی جیسی اقدار کی تعلیمات دیں۔جنوبی بھارت میں رامانُج اور دیگر مذہبی پیشواؤں نے بھکتی تحریکوں کو مضبوطی عطا کی۔ان کا ماننا تھا کہ خدا سب کے لیے ہے اور وہ کسی بھی طرح کا بھید بھاؤ نہیں کرتا۔شمالی بھارت میں بھی رامانُج کی تعلیمات کا بہت اثر پڑا۔

شمالی بھارت میں سنت رامانند نے لوگوں کو بھکتی کی اہمیت بتائی۔سنت کبیر بھکتی تحریک کے ایک نمایاں سنت تھے۔انھوں نے زیارت گاہوں، ورت، مورتی پوجا وغیرہ جیسی رسموں کو اہمیت نہیں دی۔انھوں نے سچائی یعنی حق کو ہی خدا مانا۔'سب انسان ایک ہیں' کی تعلیم دی۔ان کے نزدیک فرقہ بندی، مذہبی تفرقہ اور ذات پات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔انھیں ہندو مسلم اتحاد مطلوب تھا۔اس لیے انھوں نے ان دونوں مذاہب کے شدت پسندوں کو سخت الفاظ میں آڑے ہاتھوں لیا۔

سنت کبیر

بنگال میں چیتنیہ مہاپربھو نے کرشن سے عقیدت (کرشن بھکتی) کی اہمیت بتائی۔ان کی تعلیمات کی وجہ سے لوگ ذات پات اور فرقوں کی سرحد سے آگے نکل کر بھکتی تحریک میں شامل ہوئے۔ چیتنیہ مہا پربھو کے زیرِ اثر آسام میں شنکر دیو نے کرشن بھکتی کی تبلیغ کی۔ گجرات میں سنت نرسی مہتا مشہور وشنو سنت ہوگزرے ہیں۔ وہ کرشن کے عقیدت مند تھے۔انھوں نے مساوات کا درس دیا۔ انھیں گجراتی زبان کا پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔

سنت میرابائی نے کرشن بھکتی کی عظمت بیان کی۔ان کا تعلق میواڑ کے شاہی خاندان سے تھا۔انھوں نے شاہی عیش و آرام کو

ٹھکرا کر خود کو کرشن بھکتی میں ڈبو دیا۔ انھوں نے راجستھانی اور گجراتی زبان میں بھکتی شاعری کی۔ ان کے بھکتی گیت عقیدت، صبر و تحمل اور انسانیت کا درس دیتے ہیں۔ سنت روہیداس ایک عظیم سنت تھے۔ انھوں نے مساوات اور اِنسانیت کا پیغام دیا۔ سنت سینا بھی ایک بڑے با اثر سنت ہو گزرے ہیں۔ ہندی ادب کے عظیم شاعر سنت سورداس نے ’سور ساگر‘ نامی نظم لکھی۔ کرشن سے عقیدت ان کی نظم کا مرکزی موضوع ہے۔ مسلم صوفی سنت رس خان کے لکھے ہوئے کرشن بھکتی پر مبنی گیتوں میں نغمگی ملتی ہے۔ سنت تلسی داس کی لکھی ہوئی ’رام چرت مانس‘ میں رام بھکتی کا خوب صورت اظہار ملتا ہے۔

کرناٹک میں بسویشور نے لنگایت نظریے کی تبلیغ کی۔ انھوں نے ذات پات کی سخت مخالفت کی اور محنت کشی کی عظمت کو اُجاگر کیا۔ ’کائے کوے کیلاس‘ ان کے مشہور مواعظ ہیں جس کا مفہوم ’محنت ہی بھگوان شیو کا مسکن ہے‘ ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی تحریک میں خواتین کو بھی شامل کیا۔ ’انوبھو منٹپ‘ نامی اجلاس گاہ میں ہونے والی مذہبی بحثوں میں ہر ذات کے مرد و عورت شامل ہونے لگے۔ انھوں نے عوامی زبان کنڑ میں ناصحانہ ادب کے وسیلے سے اپنی تعلیمات کو عام کیا۔ ان کے کاموں کا سماج پر بہت اچھا اثر پڑا۔ بسویشور کے پیروکاروں نے مراٹھی زبان میں بھی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں من متھ سوامی کی تحریر کردہ کتاب ’پرم رہسیہ‘ مشہور ہے۔ کرناٹک میں پمپ، پرندر داس وغیرہ عظیم سنت ہو گزرے ہیں جنھوں نے کنڑ زبان میں بھکتی پر مبنی شاعری کی۔

شری بَسویشور

مہانو بھاؤ فرقہ : تیرھویں صدی عیسوی میں چکردھر سوامی نے مہاراشٹر میں مہانو بھاؤ فرقے کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ کرشن بھکتی کو عام کرنے والا فرقہ ہے۔ شری گووند پربھو، چکردھر سوامی کے استاد تھے۔ چکردھر سوامی کے شاگردوں میں ہر ذات کے مرد و عورت شامل تھے۔ وہ مساوات کے حامی تھے۔ وہ پورے مہاراشٹر میں گھوم گھوم کر مراٹھی زبان میں لوگوں تک پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ انھوں نے سنسکرت کے بجائے مراٹھی کو ترجیح دی جس کی وجہ سے مراٹھی زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ اس زبان میں بہت سی کتابیں بھی لکھی گئیں۔ مہاراشٹر میں اس فرقے کی تبلیغ خصوصی طور پر ودربھ اور مراٹھواڑہ میں ہوئی۔ ودربھ میں رِدّھی پور اس فرقے کا مرکزی مقام تھا۔ اس کے علاوہ اس فرقے نے پنجاب اور افغانستان جیسے دور دراز علاقوں تک رسائی حاصل کر لی تھی۔

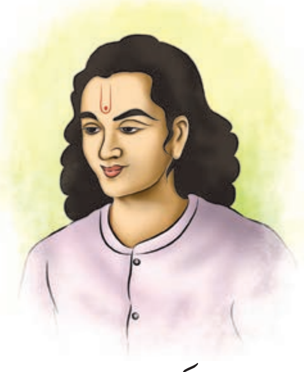
چکردھر سوامی

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہانو بھاؤ فرقے کے پیروکاروں کی کچھ اہم تخلیقات حسب ذیل ہیں : چکردھر سوامی کے کرامات پر مبنی مہائی بھٹ کی کتاب ’لیلا چرتر‘، پہلی مراٹھی شاعرہ مہدمبا کی کتاب ’دھوڑے‘، کیشو باس کی لکھی ہوئی ’سوتر پاٹھ‘ اور ’دُرِش ٹانت پاٹھ‘، دامودر پنڈت کی ’وَچھاہرن‘، بھاسکر بھٹ بوریکر کی ’شیشوپال وَدھ‘، نریندر کی ’رُکمنی سوئمبر‘

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہاراشٹر میں سنت ایکناتھ کا لکھا ہوا ہندو اور مسلمانوں کے مابین مکالمہ مذہبی ہم آہنگی کے نقطۂ نظر سے بہت اہم مانا جاتا ہے۔ سنت شیخ محمد کا مشہور وچن (قول) ’شیخ محمد اَوِندھ، تیاچے ہردئی گووِند‘ ہم آہنگی کی عمدہ مثال ہے۔

گرو نانک :

گرو نانک سکھ مذہب کے بانی اور سکھوں کے اوّلین گرو تھے۔ مذہبی ہم آہنگی کے لیے ان کی کوششیں قابلِ ذکر ہیں۔

انھوں نے ہندو اور مسلم زیارت گاہوں کے دَورے کیے۔ وہ مکّہ بھی گئے۔ یہ بات ان کے ذہن میں آئی کہ عقیدت کا جذبہ ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم تھی کہ سب لوگوں سے یکساں سلوک کرنا چاہیے۔ ہندو اور مسلم میں اتحاد قائم کرنے کے لیے انھوں نے لوگوں کو پیغام دیا۔ اچھے اخلاق و عادات پر کافی زور دیا۔ گرو نانک کی تعلیمات سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے۔ ان کے پیروکاروں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی گئی۔ ان کے پیروکاروں کو 'سکھ' کہا جاتا ہے۔ 'گرو گرنتھ صاحب' سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔ اس کتاب میں خود گرو نانک، سنت نامدیو اور سنت کبیر کی تخلیقات شامل ہیں۔

گرونانک

گرو نانک کے بعد سکھوں کے مزید نو (۹) گرو ہوئے ہیں۔ گرو گووند سنگھ سکھوں کے دسویں گرو تھے۔ ان کے بعد سکھوں نے گرو گووند سنگھ کی ہدایت کے مطابق 'گرو گرنتھ صاحب' کو ہی اپنا گرو تسلیم کرنا شروع کر دیا۔

صوفی تحریک : صوفی، مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ خدا کو اپنی مخلوق سے بہت محبت ہے۔ صوفیاءِ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ محبت اور عقیدت کے راستے پر چل کر ہی خدا تک پہنچا جاسکتا ہے۔ مخلوقات کے ساتھ محبت سے پیش آنا، مراقبہ کرنا یعنی خدا کی ذات پر غور و فکر کرنا، سادگی سے زندگی بسر کرنا وغیرہ صوفیاءِ کرام کی تعلیمات تھیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ وغیرہ نہایت برگزیدہ صوفی ہوگزرے ہیں۔ صوفی سنتوں کی تعلیمات کی وجہ سے ہندو اور مسلمانوں میں یکجہتی پیدا ہوئی۔ بھارتی موسیقی میں صوفی موسیقی کی روایت نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

عام لوگوں کے لیے سنتوں کے بتائے ہوئے راستے (بھکتی مارگ) پر چلنا بہت آسان تھا۔ تمام مرد و عورت کو بھکتی تحریکوں میں شمولیت کی اجازت تھی۔ سنتوں نے اپنی تعلیمات عام کرنے کے لیے عوامی زبان کا استعمال کیا۔ عوامی زبان کے استعمال کی وجہ سے عام لوگوں کو اس میں اپنائیت محسوس ہوئی۔ بھارتی ثقافت کی تشکیل میں بھکتی تحریک کا بڑا حصہ ہے۔

مشق

(۱) باہمی تعلق تلاش کرکے لکھیے :

۱۔ شری بسویشور : کرناٹک :: میرابائی : ....

۲۔ رامانند : شمالی بھارت :: چیتنیہ مہاپربھو : ....

۳۔ چکردھر : .... :: شنکردیو : ....

(۲) مندرجہ ذیل جدول مکمل کیجیے :

	مبلغ	کتاب
۱۔ بھکتی تحریک	....	....
۲۔ مہانوبھاؤ فرقہ	....	....
۳۔ سکھ مذہب	....	....

(۳) آیئے، لکھیں :

۱۔ سنت کبیر بھکتی تحریک کے ایک نمایاں سنت کے طور پر اُبھرے۔

۲۔ سنت بسویشور کے کارناموں کے سماج پر اثرات۔

(۴) مندرجہ ذیل چوکونوں میں سنتوں کے چھپے ہوئے نام تلاش کیجیے :

گ	ر	و	گ	و	و	ن	د	س	ن	گھ
پ	و	ن	ہ	س	و	ر	د	ا	س	گ
چ	ع	س	ن	ت	ک	ب	ی	ر	د	ط
م	ع	ی	ن	ا	ل	د	ی	ن	ا	ق
ب	س	و	ی	ش	و	ر	ج	پ	ب	ر
ا	ص	ف	ن	ث	چ	ک	ر	دھ	ر	ا
س	ی	ش	ن	ک	ر	د	ی	و	م	ح

سرگرمی :

صوفی موسیقی کی روایت سے کوئی گیت حاصل کرکے اسے اپنے اسکول کے ثقافتی پروگرام میں پیش کیجیے۔

***

۴۔ شیواجی مہاراج سے قبل کا مہاراشٹر

سترھویں صدی عیسوی کے آغاز میں مہاراشٹر کے زیادہ تر علاقے احمد نگر کے نظام شاہ اور بیجاپور کے عادل شاہ کے قبضے میں تھے۔ خاندیش میں مغلوں کی آمد ہوچکی تھی۔ جنوب میں اپنی حکومت کو وسعت دینا ان کا مقصد تھا۔ کوکن کے ساحلی علاقوں پر افریقہ سے آئے ہوئے سِدّیوں کی بستیاں تھیں۔ اسی دوران یورپ سے آنے والے پرتگالیوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں (ہالینڈ کے رہنے والے) کے درمیان اقتدار کے لیے رسہ کشی اور بحری مقابلہ آرائی زوروں پر تھی۔ ان میں اپنے کاروبار اور تجارت کے فروغ کے لیے تجارتی منڈیوں پر قبضہ کرنے کی مقابلہ آرائی جاری تھی۔ مغربی ساحل پر واقع گوا اور وسئی پر پہلے ہی پرتگالی قابض تھے۔ دوسری طرف انگریزوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے اپنی تجارتی کمپنیوں کے ذریعے گوداموں کے حصول کے لیے بھارت میں داخلہ حاصل کرلیا تھا۔ یہ تمام حکومتیں ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی کرتیں اور خود کو محفوظ رکھنے کی کوششیں کرتی تھیں۔ ساتھ ہی وہ ممکنہ طور پر اپنی بالادستی قائم کرنے کی فکر میں رہتیں۔ اس رسہ کشی اور مقابلہ آرائی کی وجہ سے مہاراشٹر میں عدم استحکام اور عدم تحفّظ کا ماحول پیدا ہوگیا۔ یورپ سے آنے والے لوگوں کو ان کی ٹوپیوں کی وجہ سے 'ٹوپ کر' کہا جاتا تھا۔

شیواجی مہاراج سے قبل کے عہد کی عوامی بستیوں، عوام اور حکمرانوں کے درمیان رابطہ کار افسران، بازار، کاریگر وغیرہ کی نوعیت سمجھنے کے لیے گاؤں، موضع، قصبہ اور پرگنہ جیسے جغرافیائی مقامات سے تعارف حاصل کرنا ضروری ہے۔ پرگنہ کئی گاووں کا مجموعہ ہوتا تھا۔ عام طور پر پرگنہ کے صدر مقام کو قصبہ کہا جاتا تھا۔ قصبے سے چھوٹے گاؤں کو موضع کہا جاتا تھا۔ اب ہم ترتیب کے ساتھ گاؤں (موضع)، قصبہ اور پرگنہ کے بارے میں مختصر معلومات حاصل کریں گے۔

گاؤں (موضع) : بہتیرے لوگ گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ گاؤں کو موضع بھی کہا جاتا تھا۔ گاؤں کے مکھیا کو پاٹل کہا جاتا تھا۔ پاٹل کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ گاؤں کے زیادہ سے زیادہ لوگ اپنی زمینوں پر فصل اُگائیں، گاؤں میں جھگڑے اور تنازعے ہوتے تھے لہٰذا گاؤں میں امن قائم رکھنے کی ذمہ داری پاٹل ہی کی ہوتی تھی۔ پاٹل کو اس کے کاموں میں 'کلکرنی' مدد کرتا تھا۔ کلکرنی کا کام تھا جمع شدہ محصول کا اندراج کرنا۔ گاؤں میں مختلف کاریگر ہوا کرتے تھے۔ خاندانی روایت کے مطابق ان کو پیشے سے متعلق حقوق حاصل ہوتے تھے۔ کاریگروں کی خدمات کے عوض انھیں کسانوں سے اناج کی شکل میں کچھ حصہ مل جاتا تھا جسے بلوتے کہتے تھے۔

قصبہ : بڑے گاؤں کو قصبہ کہا جاتا تھا۔ عام طور پر پرگنہ کے صدر مقام کو قصبہ کہا جاتا تھا مثلاً اِنداپور پرگنہ کا صدر مقام اِنداپور قصبہ، وائی پرگنہ کا صدر مقام وائی قصبہ۔ گاؤں کی طرح قصبے کے لوگوں کا اہم پیشہ بھی زراعت ہی ہوتا تھا۔ وہاں بڑھئی، لوہار جیسے ماہر کاریگر بھی ہوا کرتے تھے۔ قصبے سے بازار جڑے ہوتے تھے۔ شیٹے اور مہاجن بازار کے وطن دار کاروباری ہوا کرتے تھے۔ ہر گاؤں میں بازار نہیں ہوتے تھے لیکن گاؤں میں بازار بسانے کی ذمہ داری شیٹے اور مہاجن کی ہوا کرتی تھی جس کے لیے انھیں حکومت سے زمین اور گاؤں والوں کی طرف سے کچھ حقوق ملا کرتے تھے۔ بازاروں کا حساب کتاب دیکھنے کا کام مہاجن کیا کرتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

جیجابائی کے حکم کے مطابق پونہ کے نزدیک پاشان کے مقام پر ایک بازار بسایا گیا۔ اسے جیجاپور کہا جاتا ہے۔ مال پورا، کھیل پورا، پرس پورا، وِٹھاپورا، اس کے علاوہ مالوجی، کھیلوجی، پرسوجی اور وٹھوجی کے نام سے اورنگ آباد میں بسائے گئے نئے بازار ہیں۔ 'کھیڑ' سے جڑے ہوئے 'شیواپور بازار' کو شیواجی نے بسایا تھا۔

یہ بھی جان لیجیے!

ایک ہی نام کے دو گاؤوں کو علیحدہ اور آزاد بتانے کے لیے ان گاؤں کے نام کے آگے 'بزرگ' اور 'خُرد' الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اصل گاؤں کو 'بزرگ' اور نئے گاؤں کو 'خرد' کہا جاتا ہے مثلاً وڈ گاؤں بزرگ اور وڈ گاؤں خرد۔

پرگنہ : پرگنہ کئی گاؤوں پر مشتمل ہوتا تھا لیکن پرگنہ میں شامل گاؤوں کی تعداد متعین نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً پونہ پرگنہ بڑا پرگنہ تھا جس میں ۲۹۰ گاؤں تھے وہیں چاکن پرگنہ میں ۶۴ گاؤں تھے۔ شِرول پرگنہ چھوٹا پرگنہ تھا جو صرف ۴۰ گاؤں پر مشتمل تھا۔ دیشمکھ اور دیشپانڈے پرگنہ کے وطن دار افسر ہوا کرتے تھے۔ دیشمکھ پرگنہ کے پاٹلوں کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ گاؤں کی سطح پر جو کام پاٹل کیا کرتا تھا وہی کام پرگنہ کی سطح پر دیشمکھ کیا کرتا تھا۔ اسی طرح پرگنہ کے تمام کلکرنیوں کا سربراہ دیشپانڈے ہوا کرتا تھا۔ گاؤں کی سطح پر جو کام کلکرنی کرتا تھا وہی کام پرگنہ کی سطح پر دیشپانڈے کرتا تھا۔ یہ وطن دار افسران عوام اور حکمرانوں کے درمیان رابطے کی کڑی ہوا کرتے تھے۔

پرگنہ کے گاؤوں پر کسی آفت کے آنے یا قحط جیسے حالات پیدا ہونے کی صورت میں حکمرانوں تک عوام کی بات پہنچانے کا کام وطن دار کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی وطن دار اپنے اختیارات کا غلط استعمال بھی کرتے تھے۔ کبھی وہ عوام سے زیادہ پیسا وصول کرتے اور کبھی عوام سے وصول کیے ہوئے پیسے کو حکمرانوں تک پہنچانے میں جان بوجھ کر دیر کرتے۔ اس صورتِ حال سے عوام کو بڑی پریشانی اُٹھانی پڑتی تھی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

وطن عربی زبان کا لفظ ہے۔ مہاراشٹر میں خاندانی روایت کے مطابق مستقل طور پر مصرف میں رہنے والی محصول سے بری زمین کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

قحط کی مصیبت : زراعت بارش پر منحصر ہوتی تھی۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں فصل پیدا نہیں ہوتی تھی۔ نتیجتاً غلہ اور اناج کی قیمتیں بڑھ جاتیں۔ لوگوں کے لیے اناج حاصل کرنا مشکل ہوجاتا۔ جانوروں کو چارا نہیں ملتا تھا۔ پانی کی قلّت ہوجاتی۔ لوگوں کے لیے گاؤں میں رہنا مشکل ہوجاتا اس لیے وہ گاؤں چھوڑ دیتے۔ لوگ نقل مکانی کے لیے مجبور ہوجاتے۔ قحط کو عوام ایک بڑی مصیبت اور آفت خیال کرتے تھے۔

مہاراشٹر میں ایسا ہی ایک بھیانک قحط ۱۶۳۰ء میں پڑا تھا۔ اس قحط سے لوگ بری طرح خوف زدہ ہوگئے۔ اناج کی شدید قلّت ہوگئی۔ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے لوگ خود کو بیچنے کے لیے تیار تھے لیکن کوئی خریدنے والا نہیں ملتا۔ خاندان کے خاندان تباہ ہوگئے۔ مویشی ہلاک ہوگئے۔ زراعت ختم ہوگئی۔ صنعتیں برباد ہوگئیں۔ معاشی معاملات بگڑ گئے۔ لوگ در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوگئے۔ تباہ حال عوامی زندگی کو دوبارہ بحال کرنا ایک بڑا چیلنج تھا۔

وارکری فرقے کی خدمات : ضعیف الاعتقادی اور رسومات کی سماج پر بہت مضبوط گرفت تھی۔ لوگ تقدیر پرستی کی بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ ان کا جوشِ عمل سرد پڑ گیا تھا۔ عوام کی حالت دگرگوں اور بدتر تھی۔ ایسی حالت میں عوام میں بیداری پیدا کرنے کا کام مہاراشٹر کے وارکری فرقے نے انجام دیا۔

مہاراشٹر میں سنت نامدیو، سنت گیانیشور وغیرہ سے شروع ہونے والی سنتوں کی روایت کو سماج کے مختلف طبقات کے سنتوں نے جاری رکھا۔ سنتوں کی اس روایت میں سماج کے مختلف طبقات کے لوگ شامل تھے۔ مثلاً سنت چوکھا میلا، سنت گوروبا، سنت ساوَتا، سنت نرہری، سنت سینا، سنت شیخ محمد وغیرہ۔ اسی طرح سنتوں کی ٹولی میں سنت چوکھوبا کی بیوی سنت سوئرا بائی اور ان کی بہن سنت نرملا بائی، سنت مکتا بائی، سنت جنا بائی، سنت کانھو پاترا، سنت بہنا بائی سیؤکر جیسی خواتین بھی شامل تھیں۔ پنڈھر پور اس تحریک کا مرکز تھا۔ وِٹھل ان کے بھگوان تھے۔ پنڈھر پور کی چند بھا گا ندی کے کنارے سنتوں کی یہ ٹولی عقیدت کے سمندر میں غوطے لگاتی۔ وہاں بھجن کیرتن اور لنگر کے توسط سے مساوات کی تبلیغ کی جاتی تھی۔

سنت نامدیو : سنت نامدیو وارکری فرقے کے اہم سنت تھے۔ وہ ایک اعلیٰ منتظم تھے اور عمدگی سے کیرتن گاتے تھے۔ اپنے کیرتنوں کے ذریعے انھوں نے ہرذات کے مرد وزن کو متحد کر کے ان میں مساوات کے جذبے کو بیدار کیا۔ '**کیرتن کے رنگ میں ڈوب کر ناچیں - ساری دنیا میں علم کے دیپ جلائیں**' یہ اُن کا عہد تھا۔ ان کے ابھنگ بہت مشہور ہیں۔ ان کی تعلیمات نے بہت سے دیگر سنتوں اور عوام پر گہرا اثر ڈالا۔ وہ اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے ہوئے پنجاب تک جا پہنچے تھے۔ ان کے لکھے ہوئے اشعار (پدیں) سکھوں کی مذہبی کتاب 'گرو گرنتھ صاحب' میں شامل ہیں۔ انھوں نے بھاگوت مذہب کے پیغام کو گاؤں گاؤں پہنچانے کا کام کیا۔ انھوں نے پنڈھرپور میں وِٹھل مندر کے صدر دروازے کے سامنے سنت چوکھا میلا کی سمادھی تعمیر کی۔ یہ ان کا ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔

سنت نام دیو

سنت گیانیشور : سنت گیانیشور کا شمار وارکری فرقے کے اہم سنتوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے سنسکرت کتاب 'بھگود گیتا' کے مطلب کی وضاحت کرنے والی کتاب 'بھاوارتھ دیپکا' یعنی گیانیشوری کی تخلیق کی۔ اسی طرح انھوں نے امرت انوبھو نامی کتاب بھی لکھی۔ انھوں نے اپنی کتابوں اور ابھنگوں کے ذریعے بھکتی مارگ کی اہمیت کو واضح کیا۔ انھوں نے ایسے مذہبی اعمال کی تبلیغ کی جس پر ایک عام انسان بھی عمل کر سکے۔ انھوں نے وارکری فرقے کو مذہبی وقار عطا کیا۔ انتہائی ناسازگار حالات میں زندگی گزارنے کے باوجود انھوں نے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا اور اپنی زندگی میں کبھی تلخی نہیں آنے دی۔ گیانیشوری کا 'پسائدان' اعلیٰ اخلاقی قدروں کا بہترین نمونہ ہے۔ گیانیشور کے بھائی سنت نیورتی ناتھ اور سنت سوپان دیو اور بہن مکتا بائی کی شاعری بھی بہت مشہور ہے۔

سنت گیانیشور

سنت ایکناتھ : سنت ایکناتھ مہاراشٹر کی بھکتی تحریک کے ایک پُر وقار سنت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کا تخلیق کردہ ادب وافر اور مختلف النوع ہے۔ اس میں ابھنگ، گوڑنی، بھاروڑ (لوک گیت / روایتی گیت) وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے نہایت آسان طریقے سے بڑی وضاحت کے ساتھ بھاگوت دھرم کو پیش کیا۔ رامائن کے متن میں رام کتھا کے ذریعے انھوں نے عوامی زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ انھوں نے سنسکرت کتاب بھاگوت کے عقیدت پر مبنی حصے کی مراٹھی میں وضاحت کی ہے۔ ان کے ابھنگوں میں محبت اور اپنائیت کی چاشنی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنے ذاتی سلوک اور رویے کے ذریعے لوگوں کو دِکھایا کہ زندگی کے اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے دنیا ترک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ صحیح معنوں میں عوامی معلم تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ ہماری مراٹھی زبان کسی دوسری زبان سے کم تر نہیں ہے۔ انھوں نے سنسکرت زبان کے پنڈتوں سے سخت لہجے میں پوچھا کہ سنسکرت زبان اگر بھگوان کی زبان ہے تو کیا پراکرت چوروں کی زبان ہے؟ انھوں نے دوسرے مذاہب سے نفرت کرنے والوں پر سخت تنقید کی ہے۔

سنت ایکناتھ

سنت تکارام : سنت تکارام پونہ کے نزدیک دیہو کے رہنے والے تھے۔ ان کے ابھنگ شاندار اور خوشیوں سے پُر ہیں۔ ان کے ابھنگ نہایت اعلیٰ شعری معیار کے حامل ہیں۔ سنت

سنت تکارام

تکارام کی کتاب 'گاتھا' مراٹھی زبان کا انمول ورثہ ہے۔ وہ کچلے ہوئے مظلوموں میں خدا کا جلوہ دیکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں **''جو کچلے ہوئے اور مصیبت کے مارے ہوؤں کو اپناتا ہے وہی صحیح معنوں میں سادھو ہوتا ہے اور یہ جان لیجیے کہ وہیں خدا ہوتا ہے۔''** انھوں نے اپنے نظریات کے پیش نظر لوگوں کو دیے ہوئے قرض کے اپنے تمام کاغذات اندرائنی ندی میں بہا کر کئی خاندانوں کو قرض سے نجات دلائی۔ انھوں نے سماج میں پھیلی ہوئی منافقت اور ضعیف الاعتقادی پر کڑی تنقید کی۔ انھوں نے عقیدت کو اخلاق سے جوڑنے پر زور دیا۔ **''جوڑونیا دھن اُتّم ویوہارے، اداس وچارے ویچ کری''** اس طرح ان کی تعلیمات کو سنسکرت میں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ سماج کے کچھ وہمی اور بدخواہ لوگوں نے سنت تکارام کی عوامی بیداری کی کوششوں کی مخالفت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ سنت تکارام کو بنیادی طور پر ابھنگ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے یہ دلیل دے کر انھوں نے تکارام کی شاعری کی بیاضیں اندرائنی ندی میں غرق کردیں۔ سنت تکارام نے نہایت صبر کے ساتھ ان کی مخالفت کا جواب دیا۔

سنت تکارام کے شاگرد اور معاونین مختلف ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں کچھ اہم نام ناوجی مالی، گونرشیٹ وانی، سنتاجی جگناڈے، شیوبا کاسار، بہنابائی سیؤرکر، مہادجی پنت کلکرنی وغیرہ ہیں۔

گنگارام پنت موال اور سنتاجی جگناڈے نے سنت تکارام کے ابھنگوں کو تحریر کرکے محفوظ کردیا۔ ان دونوں کا یہ ایک اہم کارنامہ ہے۔

سنتوں کی خدمات کا ثمرہ : سنتوں نے عوام کو مساوات کا سبق پڑھایا۔ انسانیت اور آدمیت کی تعلیم دی۔ انھوں نے لوگوں کو ایک دوسرے سے محبت کرنا اور یکجہتی کے ساتھ رہنا سکھایا۔ ان کے کارناموں کی وجہ سے عوام میں بیداری اور شعور پیدا ہوا۔ طرح طرح کی قدرتی آفات، قحط وخشک سالی جیسے حالات کے باوجود حوصلہ اور ہمت کے ساتھ زندگی گزارنے کی ان کی تعلیمات کی وجہ سے عوام کو بڑا سہارا ملا۔ ان کے انھی کاموں کی وجہ سے مہاراشٹر کے لوگوں میں خوداعتمادی پیدا ہوئی۔

سماج میں مذہب انحطاط پذیر تھا۔ ایسے وقت سنتوں نے آگے بڑھ کر سماج کو تحفّظ فراہم کیا اور انھیں مذہب کے صحیح مفہوم سے واقف کروایا۔

لوگوں کے بیچ رہ کر ان کے سکھ دکھ معلوم کرکے بھکتی مارگ کی حمایت کی۔ ایسے وقت کچھ شدت پسند لوگوں کی جانب سے ان کی مخالفت کی گئی تو انھوں نے اس مخالفت کو برداشت کرنا بھی اپنی ذمہ داری سمجھا۔ ''تکا کہتا ہے وہی سنت ہے جو دنیا کے دیے ہوئے صدموں کو برداشت کرتا ہے۔'' ان الفاظ میں تکارام نے سچے سنتوں کی پہچان بیان کی۔

شاستریوں اور پنڈتوں کی نامانوس زبان میں پائے جانے والے مذہب کو سنتوں نے عوامی زبان میں پیش کیا۔ انھوں نے روزمرہ کی زبان میں خدائی پیغام کو پیش کیا اور لوگوں کو بتایا کہ خدا کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ ذات پات اور اونچ نیچ کا گھمنڈ بالائے طاق رکھ کر ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ سمجھا جائے اور اسی تناظر میں لوگوں کو دیکھا جائے۔ ان تمام سنتوں کی خدمات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ بھکتی کرتے ہوئے انھوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی سے منہ نہیں موڑا۔ انھوں نے اپنے کاموں میں خدا کو تلاش کیا۔ **'پیاز، مولی سبزی وِٹھابائی ہے میری'** ان کا یہ قول اگرچہ زراعت سے تعلق رکھتا ہے تب بھی وہ روزمرہ کی زندگی کے دیگر امور میں بھی قابلِ عمل ہے۔ یہاں لفظ 'وٹھابائی' وِٹھوبا کے لیے کہا گیا ہے۔ سنتوں نے اپنے اپنے کاموں، پیشوں اور ذمہ داریوں کو نباہتے ہوئے بھکتی، مواعظ اور شاعری کی۔ انھوں نے سماج میں اخلاقی ذمہ داری کا احساس پیدا کیا۔

آئیے، بحث کریں

پنڈھرپور کی یاترا کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرکے مندرجہ ذیل نکات پر بحث کیجیے:

- وارکری فرقے کے لوگ کس مہینے میں پنڈھرپور کی یاترا کے لیے جاتے ہیں؟
- اس یاترا کی منصوبہ بندی کیسے ہوتی ہے؟

رام داس سوامی : رام داس سوامی مراٹھواڑہ کے جامب گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے کم سنی کی عبادت کی اہمیت کو واضح کیا۔ ''مراٹھا تِتوکا میڑواوا ، مہاراشٹر دھرم واڑھواوا'' ان کا یہ پیغام مشہور ہے۔ انھوں نے داس بودھ، کرونا شٹکے اور مناچے شلوک نامی کتابوں کے ذریعے عوام کو عملی تعلیم کا درس دیا۔ انھوں نے عوامی تحریک اور عوامی تنظیم کی اہمیت اُجاگر کی۔ انھوں نے 'سمرتھ' فرقے کی بنیاد ڈالی۔ 'چاپھل' ان کے فرقے کا مرکز تھا۔ انھوں نے رام اور ہنومان کی پرستش کی تبلیغ کی۔ اپنے نظریات کو پھیلانے کے لیے انھوں نے کئی سفر کیے۔

رام داس سوامی

غلامی میں آزادی کی تحریکیں : شیواجی مہاراج سے قبل مہاراشٹر میں عام طور پر سیاسی، سماجی اور ثقافتی حالات کچھ اس طرح کے تھے۔ اس زمانے میں مہاراشٹر عادل شاہی حکومت کے ماتحت تھا جس کی وجہ سے یہاں آزادی نہیں تھی۔ لیکن کچھ لوگ آزادی کے خواب ضرور دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں میں شاہ جی کا نام سرفہرست تھا۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل جدول مکمل کیجیے :

	گاؤں/موضع	قصبہ	پرگنہ
کسے کہتے ہیں؟	....	....	....
افسر	....	....	....
مثال	....	....	....

(۲) معنی بتائیے :

۱۔ بلوتے - ۲۔ بزرگ - ۳۔ وطن -

(۳) تلاش کرکے لکھیے :

۱۔ کوکن کے ساحل پر افریقہ سے آئے ہوئے لوگ ....

۲۔ 'امرت انوبھوٗ' کے مصنف ....

۳۔ سنت تکارام کا گاؤں ....

۴۔ بھاروڑ کے تخلیق کار ....

۵۔ کم سنی کی عبادت کی اہمیت کو واضح کرنے والے ....

۶۔ خواتین سنتوں کے نام ....

(۴) اپنے الفاظ میں معلومات اور کارنامے لکھیے :

۱۔ سنت نامدیو ۲۔ سنت گیانیشور

۳۔ سنت ایکناتھ ۴۔ سنت تکارام

(۵) قحط کو لوگ ایک بڑی مصیبت کیوں مانتے تھے؟

سرگرمی :

۱۔ وارکری ڈِنڈی یا کسی اچھے مقصد کے لیے نکالے گئے جلوس کی آپ کس طرح مدد کریں گے؟ اس کی منصوبہ بندی کیجیے۔

۲۔ مختلف سنتوں/شاعروں کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کی شاعری پیش کیجیے۔

***

۵۔ سوراج کا قیام

سترھویں صدی کے پہلے نصف میں مہاراشٹر میں شیواجی مہاراج جیسی عہد ساز شخصیت کو عروج حاصل ہوا۔ انھوں نے ناانصافی کرنے والے حکمرانوں کے خلاف آواز اُٹھاتے ہوئے سوراج قائم کیا۔ شیواجی مہاراج شکے ۱۵۵۱، پھالگن ودیہ ترتی یعنی ۱۹ر فروری ۱۶۳۰ء کو ضلع پونہ میں جنّر کے نزدیک شیونیری قلعے میں پیدا ہوئے۔ ہم اس سبق میں سوراج کے قیام کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

شاہ جی راجا : شیواجی مہاراج کے والد شاہ جی جنوبی بھارت کے ایک معزّز سردار تھے۔ مغلوں نے نظام شاہی پر قبضہ کرنے کی مہم کا بیڑہ اُٹھایا۔ اس مہم میں بیجاپور کے عادل شاہ نے مغلوں کی مدد کی۔

شاہ جی راجے

شاہ جی چاہتے تھے کہ جنوبی بھارت میں مغل نہ ہوں اس لیے انھوں نے مغلوں کی مخالفت کرتے ہوئے نظام شاہی کو بچانے کی پوری کوشش کی۔ لیکن مغلوں اور عادل شاہی طاقت کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ ۱۶۳۶ء میں نظام شاہی کا خاتمہ ہوگیا۔

نظام شاہی کے خاتمے کے بعد شاہ جی بیجاپور کے عادل شاہی دربار میں سردار بن گئے۔ عادل شاہ نے بھیما اور نیرا ندی کے کنارے پونہ، سوپا، چاکن اور اِنداپور کے پرگنے شاہ جی کی جاگیر میں برقرار رہنے دیے۔ عادل شاہ کی جانب سے شاہ جی کو کرناٹک میں بنگلورو اور اس کے آس پاس کے علاقے جاگیر میں عطا کیے گئے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

جاگیر - جاگیر یعنی کسی علاقے کا محصول حاصل کرنے کا حق۔ حکمراں جن لوگوں کو سردار بناتے تھے انھیں نقدی کی شکل میں تنخواہ نہ دیتے ہوئے اتنا بڑا علاقہ تفویض کردیتے تھے کہ سرداروں کو تنخواہ کی رقم کے برابر پیداوار محصول سے حاصل ہوجاتی تھی۔

شاہ جی نہایت بہادر، اعلیٰ ہمت، ذہین اور عمدہ ماہرِ سیاست تھے۔ وہ عمدہ تیرانداز بھی تھے۔ اسی طرح وہ تلوار بازی، پٹّا اور نیزہ بازی میں بھی طاق تھے۔ انھیں اپنی عوام سے بہت محبت تھی۔ انھوں نے مہاراشٹر، کرناٹک اور تمل ناڈو کے کئی علاقوں پر فتح حاصل کرلی تھی۔ جنوبی بھارت میں ان کا رعب قائم تھا۔ جب شیواجی مہاراج اور جیجابائی بنگلورو میں تھے تب شاہ جی نے شیواجی مہاراج کو ایک عمدہ حکمراں بنانے کے لیے تعلیم دینے کا معقول انتظام کیا تھا۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ غیروں کی حکمرانی ختم کرکے سوراج یعنی اپنی حکومت قائم کی جائے۔ اسی لیے انھیں سوراج کے تصوّر کا بانی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے شیواجی مہاراج اور جیجابائی کو اپنے قابلِ اعتماد اور جانباز ساتھیوں کے ساتھ بنگلورو سے پونہ روانہ کیا۔

ویرماتا جیجابائی : جیجابائی ضلع بلڈانہ کے سندکھیڑ راجا کے معزز سردار لکھوجی راجے جادھو کی بیٹی تھیں۔ انھیں بچپن ہی سے مختلف علوم کے ساتھ فوجی تعلیم بھی دی گئی۔ شاہ جی مہاراج کا سوراج کے قیام کا خواب پورا ہو اس لیے وہ ہمیشہ انھیں ترغیب دے کر ان کی مدد کرتی تھیں۔ وہ ایک ماہر اور اہلِ نظر سیاست داں تھیں۔ سوراج قائم کرنے کے لیے انھوں نے ہمیشہ شیواجی مہاراج کی رہنمائی کی۔ وہ عوامی معاملات میں فیصلہ دینے کا کام بھی کرتی تھیں۔ وہ شیواجی مہاراج کی عمدہ تعلیم کے تعلق سے

ویرماتا جیجابائی

ہمیشہ بیدار رہتی تھیں۔ انھوں نے شیواجی مہاراج میں صبر و تحمل، سچائی، ذہانت، ہوشیاری، ہمت، بے باکی، اسلحہ کا استعمال، فتح کا عزم اور سوراج کا خواب جیسی خوبیاں پیدا کیں۔

شیواجی مہاراج کے معاونین : شیواجی مہاراج نے سوراج کے قیام کی کوششیں ماوَل کے علاقے سے شروع کیں۔ اس وقت کا ماوَل آج کے پونہ ضلع کے مغربی اور جنوب مغرب علاقے پر مشتمل تھا۔ یہ پہاڑیوں، وادیوں اور درّوں کا علاقہ تھا جو دور دراز واقع تھا۔ سوراج کے قیام کے لیے شیواجی مہاراج نے ماوَل کی جغرافیائی حالت کا استعمال نہایت مہارت کے ساتھ کیا۔ انھوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنائیت اور اعتماد پیدا کیا۔ سوراج کے قیام کے سلسلے میں انھیں نہایت مخلص دوست اور معاون حاصل ہوئے۔ ان میں کچھ اہم نام یساجی کنک، باجی پاسلکر، باپوجی مدگل، نرہیکر دیشپانڈے، کاوَجی کونڈھالکر، جیوا مہالا، تاناجی مالوسرے، کانہوجی جیدھے، باجی پربھو دیشپانڈے بندھو، داداجی نرس پربھو دیشپانڈے وغیرہ کے ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں کے بل بوتے پر شیواجی مہاراج نے سوراج کے قیام کی مہم کا بیڑہ اُٹھایا۔

یاد رکھیے !

بارہ ماوَل : ۱) پوَن ماول ۲) ہِرڈس ماول ۳) گُنجن ماول ۴) پَوڑ کھورے ۵) مُٹھے کھورے ۶) مُسے کھورے ۷) کانَد کھورے ۸) ویلونڈ کھورے ۹) روہِڈ کھورے ۱۰) اندر ماول ۱۱) نانے ماوَل ۱۲) کوربارسے ماول

شیواجی مہاراج کی پونہ کی جاگیروں میں سہیادری پہاڑی سلسلے کے دامن میں جو علاقہ ہے اسے ماوَل کھورے کہتے ہیں۔ انھیں بارہ ماوَل بھی کہا جاتا ہے۔

کرکے دیکھیے

شیواجی مہاراج کے معاونین جیوا مہالا، تاناجی مالوسرے اور باجی پربھو دیشپانڈے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔

شاہی مہر

شاہی مہر : شیواجی مہاراج کی شاہی مہر کے مطالعے سے سوراج کے قیام کا مقصد واضح ہوجاتا ہے۔ اس شاہی مہر پر سنسکرت کے یہ دو مصرعے کندہ ہیں:

”پرتیپ چندرلیکھیو وردھشنو درشن وندِتا
شاہ سنووا شیوسیشا مدرا بھدرارا جتے“

یعنی ”شاہ جی کے بیٹے شیواجی کے عزم کا ثبوت چاندنی کی طرح مسلسل بڑھنے والی روشنی ہے جسے دنیا نے سلام کیا ہے۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے یہ مہر حکومت کو زیب دیتی ہے۔“

شاہی مہر پر موجود یہ قول کئی معنوں میں اہم ہے۔ شیواجی مہاراج نے اس قول کے ذریعے اپنے والد کے تئیں اپنی احسان مندی، سوراج کی مسلسل توسیع کا یقین، مہر کو عزّت و احترام حاصل ہونے کا احساس، عوامی فلاح کا عہد اور اپنی سرزمین پر خودمختاری کے ساتھ حکومت کرنے کی ضمانت کا اظہار کیا ہے۔ اس چھوٹے سے قول میں سوراج کے قیام کا ہمہ جہت مفہوم سما گیا ہے۔

آئیے، جان لیں!

- اپنے ملک کی سرکاری مہر کا جائزہ لیجیے۔
- اس میں کون کون سی باتیں پائی جاتی ہیں؟
- سرکاری مہر کا استعمال کہاں کہاں کیا جاتا ہے؟

سوراج کے قیام کی پیش رفت : شیواجی مہاراج کی جاگیر میں جو قلعے تھے وہ عادل شاہی کی عمل داری میں تھے۔ اس زمانے میں قلعوں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ قلعے پر قبضہ کرنے کی وجہ سے آس پاس کے علاقوں پر قابو رکھنا آسان ہوتا تھا۔ 'جس کا قلعہ اس کی حکومت' جیسی صورتِ حال ہوا کرتی تھی۔ شیواجی مہاراج نے ارادہ کیا کہ اپنی جاگیر کے قلعوں پر قبضہ حاصل کیا جائے۔ قلعوں پر قبضہ کرنے کے معنی یہ تھے کہ عادل شاہی حکومت کو للکارا جائے۔ انھوں نے تورنا، مؤرومب دیو، کونڈانا اور پرندر کے قلعوں پر قبضہ کرکے سوراج کے قیام کی ابتدا کی۔ موررومب دیو کے قلعے کی دوبارہ تعمیر کرکے انھوں نے اس کا نام 'راج گڑھ' رکھا۔ راج گڑھ ہی سوراج کی پہلی راجدھانی تھی۔

راج گڑھ کا قلعہ - پالی دروازہ

عادل شاہی فوج میں جاؤلی کے مورے، مدھول کے گھورپڑے اور ساونت واڑی کے ساونت جیسے سردار تھے۔ ان سرداروں نے سوراج کے قیام کی مخالفت کی۔ سوراج کے قیام کے لیے ان سرداروں پر قابو پانا ضروری تھا۔

جاؤلی پر قبضہ : ستارا ضلع کے جاؤلی میں چندر راؤ مورے عادل شاہی فوج کا ایک معتبر سردار تھا۔ اس نے سوراج کے قیام کی مخالفت کی۔ ۱۶۵۶ء میں شیواجی مہاراج نے جاؤلی پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا اور وہاں اپنی چوکی قائم کی۔ اس کے بعد رائے گڑھ بھی فتح ہوگیا۔ جاؤلی سے انھیں بے انتہا دولت ہاتھ آئی۔ اس فتح کے بعد کوکن میں ان کی پیش رفت میں اضافہ ہوگیا۔ انھوں نے جاؤلی کی وادی میں پرتاپ گڑھ قلعہ تعمیر کیا۔ اس فتح کی وجہ سے ان کی قوت میں ہر طرح سے اضافہ ہوتا چلا گیا۔

شیواجی مہاراج نے اس کے بعد کلیان اور بھیونڈی کے علاقے فتح کرلیے جس کی وجہ سے مغربی ساحل پر سدیوں، پرتگالیوں اور انگریزوں سے ان کا سابقہ پڑا۔ وہ اس بات کو سمجھ گئے کہ اگر ان حکومتوں سے ٹکر لینا ہے تو انھیں اپنا مضبوط بیڑہ تیار کرنا ہوگا۔ اس لیے انھوں نے بحری بیڑے کی تیاری پر توجہ دی۔

افضل خان کی سرکوبی : شیواجی مہاراج نے اپنی جاگیر اور اس کے آس پاس کے عادل شاہی علاقوں کے قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کردیا۔ انھوں نے جاؤلی کے مورے سرداروں کی مخالفت کو پہلے ہی ختم کردیا تھا۔ کوکن کی ساحلی پٹی پر سوراج کے قیام کی رفتار تیز ہوگئی۔ یہ تمام واقعات عادل شاہی کو للکارنے کے مترادف تھے۔ اس وقت عادل شاہی کا کام کاج بڑی صاحبین (صاحبہ) دیکھتی تھیں۔ ان کو محسوس ہوا کہ اب شیواجی مہاراج کا انتظام کرنا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے عادل شاہی کے طاقتور اور تجربہ کار سردار افضل خان کو شیواجی مہاراج پر چڑھائی کرنے کے لیے کہا۔

افضل خان بیجاپور سے وائی آئے۔ انھیں وائی کے علاقے سے اچھی خاصی واقفیت تھی۔ وائی کے نزدیک پرتاپ گڑھ قلعے کے دامن میں ۱۰/نومبر ۱۶۵۹ء کو شیواجی مہاراج اور افضل خان کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کے دوران افضل خان نے شیواجی مہاراج کو فریب دینے کی کوشش کی جس کی وجہ سے شیواجی مہاراج نے افضل خان کو ہلاک کردیا اور یوں انھوں نے عادل شاہی فوج کی سرکوبی کی۔

افضل خان کے قتل کے بعد شیواجی مہاراج نے لڑائی میں زخمی ہونے والے سپاہیوں کو معاوضہ دیا۔ جنھوں نے اس لڑائی میں اچھی کارکردگی دِکھائی انھیں انعامات دیے گئے۔ افضل خان کی فوج کے جو سپاہی ان کے ہاتھ لگے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

سِدّی جوہر کا حملہ :

افضل خان کی سرکوبی کے بعد شیواجی مہاراج نے عادل شاہی حکومت سے وسنت گڑھ، پنہالا اور کھیلنا کے قلعے جیت لیے۔ کھیلنا کے قلعے کو انھوں نے وِشال گڑھ نام دیا۔

شیواجی مہاراج پر قابو پانے کے لیے عادل شاہ نے ۱۶۶۰ء میں صوبہ کرنول کے سردار سدی جوہر کو چڑھائی کے لیے بھیجا اور انھیں صلابت خان کا خطاب عطا کیا۔ سدی جوہر کی مدد کے لیے رستم زماں، باجی گھور پڑے اور افضل خان کا بیٹا فاضل خان ساتھ تھے۔ ان حالات میں شیواجی مہاراج نے پنہالا کے قلعے میں پناہ لی۔ سدی جوہر کی فوج تقریباً پانچ مہینے تک پنہالا کے قلعے کا محاصرہ کیے رہی۔ شیواجی مہاراج کے لیے اس محاصرے سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا تھا۔ نیتاجی پالکر نے باہر سے سدی جوہر پر حملہ کرکے محاصرہ ختم کرنے کی کوشش کی لیکن فوج کی قلیل تعداد کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو پایا۔ سدی جوہر کے محاصرہ ختم کرنے کی کوئی علامات دِکھائی نہیں دے رہی تھیں، اس لیے شیواجی مہاراج نے سدی جوہر سے بات چیت شروع کی۔ اس بات چیت کی وجہ سے پنہالا کے محاصرے میں تھوڑی نرمی پیدا ہوگئی۔ شیواجی مہاراج کو محاصرے کی اس نرمی کا فائدہ حاصل ہوا۔ اسی دوران اس موقع پر شیوا کاشد نامی بہادر نوجوان نے پہل کی۔ وہ شکل وصورت سے شیواجی مہاراج کی طرح دِکھائی دیتے تھے۔ انھوں نے شیواجی مہاراج کی شباہت اختیار کی اور پالکی میں بیٹھ گئے۔ پالکی صدر دروازے سے باہر نکلی۔ سدی کے فوجیوں نے اس پالکی کو روک لیا۔ اس نازک موقع پر شیوا کاشد نے سوراج کے لیے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اس درمیان شیواجی مہاراج دوسرے دشوار گزار راستے کے ذریعے قلعے سے باہر نکل گئے۔ ان کے ساتھ باجی پربھو دیشپانڈے، باندل دیشمکھ اور کچھ منتخب سپاہی تھے۔

شیواجی مہاراج پنہالا کے محاصرے سے نکل کر وِشال گڑھ کی طرف چلے گئے۔ سدی جوہر کو اس بات کا علم ہوا۔ اس کی فوج نے شیواجی مہاراج کا پیچھا کیا۔ شیواجی مہاراج نے سدی جوہر کے فوجیوں کو وِشال گڑھ کے نیچے ہی روکنے کی ذمہ داری باجی پربھو دیشپانڈے کو سونپی۔ باجی پربھو نے گجاپور کے نزدیک گھوڑ کھنڈی کے مقام پر سدی جوہر کی فوج کو روک لیا۔ باجی پربھو نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن وہ اس مہم میں کام آ گئے۔ باجی پربھو کی فوج نے سدی جوہر کی فوج کو روکے رکھنے کی وجہ سے شیواجی مہاراج کے لیے وِشال گڑھ تک پہنچنا ممکن ہو پایا۔ وشال گڑھ کی طرف جاتے ہوئے انھوں نے عادل شاہی سرداروں پالون کے دلوی اور سرنگار پور کے سُروے کی مخالفت کو بھی ختم کردیا۔ جس کے بعد شیواجی مہاراج خیریت کے ساتھ وشال گڑھ پہنچ گئے۔

جس وقت شیواجی مہاراج پنہالا کے قلعے میں محصور تھے اسی دوران دہلی کے تخت سے اورنگ زیب نے مغل سردار شائستہ خان کو جنوبی بھارت کی مہم پر روانہ کیا۔ انھوں نے پہلے بھی پونہ پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت عادل شاہی حکومت کے ساتھ شیواجی مہاراج کی لڑائی جاری تھی۔ ایسے وقت شیواجی مہاراج کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ایک ہی وقت میں دو دشمنوں سے لڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ اس لیے وشال گڑھ پہنچ کر شیواجی مہاراج نے عادل شاہی کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔ اس معاہدے کے تحت انھیں پنہالا کا قلعہ عادل شاہ کو واپس کرنا پڑا۔

یہاں سوراج کے قیام کا ایک مرحلہ مکمل ہوا۔

مشق

(۱) گروہ میں شامل نہ ہونے والا لفظ تلاش کر کے لکھیے :

۱۔ پونہ ، سوپا ، چاکن ، بنگلورو

۲۔ پھلٹن کے جادھو ، جاؤلی کے مورے ، مدھول کے گھورپڑے ، ساونت واڑی کے ساونت

۳۔ تورنا ، مؤرومب دیو ، سینھ گڑھ ، سندھودرگ

(۲) آیئے، لکھیں :

۱۔ جیجابائی نے شیواجی مہاراج کو جن باتوں کی تعلیم دی اس کی تفصیل لکھیے۔

۲۔ شیواجی مہاراج نے ماول کے علاقے سے سوراج کے قیام کی ابتدا کی۔

۳۔ شیواجی مہاراج کے ساتھیوں اور معاونین کی فہرست بنائیے۔

(۳) تلاش کر کے لکھیے :

۱۔ شاہ جی کو سوراج کے تصور کا بانی کیوں کہا جاتا تھا؟

۲۔ شیواجی مہاراج نے بحری بیڑے کی تیاری پر توجہ کیوں دی؟

۳۔ شیواجی مہاراج نے عادل شاہ کے ساتھ معاہدہ کیوں کر لیا؟

۴۔ شیواجی مہاراج پنہالا کے قلعے سے کس طرح فرار ہوئے؟

سرگرمی :

۱۔ آپ نے جو قلعہ دیکھا ہو اس کی تفصیل بیان کیجیے اور تاریخی عمارات کے تحفظ کے لیے تدابیر تجویز کیجیے۔

۲۔ کسی کھیت کا 'سات بارا' (۱۲/ ۷) حاصل کیجیے اور سبق میں دیے ہوئے الفاظ سے اس کا تعلق سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

***

پنہالا کا قلعہ - تین دروازہ

۶۔ مغلوں سے لڑائی

اب تک شیواجی مہاراج عادل شاہی سے کامیاب مقابلہ کرتے آئے تھے۔لیکن سوراج کی توسیع کرتے ہوئے مغلوں سے لڑائی یقینی تھی۔ شیواجی مہاراج نے اس مشکل پر بھی قابو پالیا۔انھوں نے مغلوں سے اپنے قلعے اور علاقے دوبارہ حاصل کیے۔ اپنی تاجپوشی کروائی، جنوبی بھارت کی مہم سنبھالی۔اس سبق میں ہم ان تمام واقعات کی معلومات حاصل کریں گے۔

شائستہ خان کا حملہ : فروری ۱۶۶۰ء میں شائستہ خان احمد نگر سے نکل کر پونہ پہنچے۔انھوں نے اپنی فوج کے ذریعے آس پاس کے علاقوں کو زبردست نقصان پہنچایا۔ چاکن کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔چاکن کے قلعے کے قلعہ دار فرنگوجی نرسالا نے ان کی فوج کی زبردست مزاحمت کی لیکن آخرکار شائستہ خان نے چاکن کا قلعہ فتح کرلیا۔

شیواجی مہاراج کا بچپن پونہ کے جس لال محل میں گزرا تھا اسی محل میں شائستہ خان ڈیرا جمائے بیٹھ گئے۔یہیں سے انھوں نے آس پاس کے علاقوں سے بے پناہ دولت حاصل کی۔ دو برس گزر گئے لیکن شائستہ خان نے لال محل سے ہٹنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا۔اس کا اثر عوام کی قوتِ برداشت پر پڑنا فطری امر تھا۔ ایسی صورتِ حال میں شیواجی مہاراج نے بڑی ہمت اور بے باکی کا اقدام کیا۔

شیواجی مہاراج نے اپنی قیادت میں پوشیدہ طور پر لال محل پر چھاپہ مارنے کا منصوبہ تیار کیا۔ اس منصوبے کے مطابق ۵/اپریل ۱۶۶۳ء کو شیواجی مہاراج نے رات کے وقت اپنے چند منتخب سپاہیوں کے ساتھ لال محل پر چھاپہ مارا۔ اس حملے میں شائستہ خان کی اُنگلیاں کٹ گئیں۔اُن کی بڑی بے عزّتی ہوئی۔ انھوں نے پونہ چھوڑ کر اورنگ آباد میں قیام کیا۔اس واقعے کی وجہ سے اورنگ زیب شائستہ خان سے ناراض ہوگئے۔ انھوں نے شائستہ خان کو بنگال کے صوبے کی طرف روانہ کردیا۔شائستہ خان پر اس کامیاب حملے کا عوام پر بھی اچھا اثر پڑا۔شیواجی مہاراج کے کارناموں پر عوام کا بھروسا اور زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوگیا۔

بتائیے تو بھلا!

- آپ گجرات کے شہر سورت کیسے جائیں گے؟ نقشہ کی مدد سے سمجھائیے۔
- تصور کیجیے کہ شیواجی مہاراج سورت کس طرح پہنچے ہوں گے؟

سورت پر حملہ : شائستہ خان نے تین برسوں میں سوراج کا بہت سا علاقہ تباہ کردیا تھا۔اس نقصان کی تلافی کرنا ضروری تھا۔ اس لیے مغلوں کو سبق سکھانے کے لیے شیواجی مہاراج نے ایک منصوبہ تیار کیا۔مغلوں کے قبضے کا سورت ایک مشہور تجارتی مرکز اور بندرگاہ تھا۔ یہاں انگریزوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں کے گودام تھے۔ بادشاہ کو اس شہر سے سب سے زیادہ محصول ملتا تھا۔ یہ شہر معاشی اعتبار سے بھی نہایت خوش حال تھا اس لیے شیواجی مہاراج نے سورت پر حملہ کیا۔سورت کے صوبے دار عنایت خان شیواجی مہاراج کے حملے کی مزاحمت نہ کرسکے۔ عام لوگوں کو تکلیف نہ دیتے ہوئے انھوں نے سورت سے بے پناہ دولت حاصل کی۔ ان کی یہ مہم کامیاب رہی جس کی وجہ سے شہنشاہ اورنگ زیب کے وقار پر ضرب لگی۔

جے سنگھ کا حملہ : شیواجی مہاراج کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے نمٹنے کے لیے شہنشاہ اورنگ زیب نے اپنے تجربہ کار اور اہم راجپوت سردار مرزا راجے جے سنگھ کو روانہ کیا۔ وہ پونہ پہنچے اور انھوں نے شیواجی مہاراج کے خلاف مختلف طاقتوں کو متحد اور منظّم کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔ گوا اور وسئی کے پرتگالیوں، وینگورلا کے ولندیزی، سورت کے انگریز اور جنجیرہ کے سدیوں کے سامنے انھوں نے شیواجی مہاراج کے خلاف بحری بیڑے کی مہم

چھیڑنے کی تجویز رکھی۔

انھوں نے شیواجی مہاراج سے ان کے قلعے فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سوراج کے مختلف علاقوں میں مغل فوجوں کو روانہ کیا۔ انھوں نے سوراج کے علاقوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ شیواجی مہاراج نے مغلوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مرزا راجے جے سنگھ اور دلیر خان نے پرندر کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ پرندر کے محاصرے کے دوران مرار باجی دیشپانڈے نے بہادری کا مظاہرہ کیا لیکن انھیں اپنی جان گنوانی پڑی۔

حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے شیواجی مہاراج نے جے سنگھ سے بات چیت کرنے کا فیصلہ کیا۔ شیواجی مہاراج اور مرزا راجے جے سنگھ کے درمیان جون ۱۶۶۵ء میں ایک معاہدہ طے پایا جسے پرندر کا معاہدہ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق شیواجی مہاراج نے مغلوں کو تیئیس (۲۳) قلعے اور ان کے آس پاس کے سالانہ چار لاکھ ہون کی پیداوار کے علاقے دیے۔ انھوں نے عادل شاہ کے خلاف مغلوں کو مدد دینے کا یقین بھی دلایا۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے اس معاہدے کو منظوری دی۔

معلومات حاصل کیجیے۔

شیواجی مہاراج آگرہ میں شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر بندی سے کس طرح بچ نکلے؟ معلومات حاصل کیجیے۔

آگرہ سے رہائی : پرندر کے معاہدے کے بعد جے سنگھ نے عادل شاہی کے خلاف مہم شروع کی۔ شیواجی مہاراج نے ان کی مدد کی لیکن یہ مہم کامیاب نہ ہوسکی۔ ایسے وقت میں جے سنگھ اور شہنشاہ اورنگ زیب نے شیواجی مہاراج کو کچھ عرصے کے لیے جنوب کی سیاست سے دور رکھنے کی تدبیر سوچی۔ اس خیال کے تحت جے سنگھ نے شیواجی مہاراج کے سامنے شہنشاہ اورنگ زیب سے ملاقات کے لیے دہلی جانے کی تجویز رکھی۔ انھوں نے شیواجی مہاراج کی حفاظت کی ضمانت بھی دی۔ تجویز کے مطابق شیواجی مہاراج آگرہ کے لیے نکلے۔ ان کے ساتھ راج پتر سنبھاجی اور چند قابلِ اعتماد جاں نثار ساتھی بھی تھے۔

مہاراج آگرہ پہنچے لیکن شاہی دربار میں شیواجی مہاراج کو وہ عزّت نہیں ملی جس کی وہ اُمید کررہے تھے۔ انھوں نے اپنے غصّے کا اظہار کیا جس کے بعد شہنشاہ نے انھیں نظر بند کردیا۔ شیواجی مہاراج نے شہنشاہ کے اس عمل سے خوف زدہ نہ ہوتے ہوئے نظر بندی سے نجات حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ بڑی چالاکی سے آگرہ سے رہائی حاصل کرکے کچھ دنوں بعد سلامتی کے ساتھ مہاراشٹر پہنچ گئے۔

آگرہ سے آتے ہوئے انھوں نے سنبھاجی کو متھرا میں ٹھہرا دیا تھا۔ انھیں خیر و عافیت کے ساتھ راج گڑھ پہنچا دیا گیا۔ سوراج سے شیواجی مہاراج کی دوری کے زمانے میں جیجاماتا اور شیواجی مہاراج کے معاونین نے حکومت کے کام کاج کو سنبھالا۔

مغلوں کے خلاف جارحانہ تیور :

شیواجی مہاراج اگرچہ مغلوں سے لڑائی کو ٹالنا چاہتے تھے لیکن پرندر کے معاہدے میں مغلوں کو سونپے گئے قلعے اور علاقے واپس لینا ان کا مقصد تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے ایک بڑا اور بے باک منصوبہ بنایا۔ ایک جانب مکمل تیاری کے ساتھ فوج بھیج کر قلعے واپس لینا اور دوسری جانب دکن میں مغلوں کے ماتحت علاقوں پر حملے کرکے انھیں کمزور کرنا۔ اس منصوبے کے مطابق انھوں نے مغلوں کے احمد نگر اور جُنّر کے علاقوں پر حملے کیے۔ انھوں نے ایک کے بعد ایک سینھ گڑھ، پرندر، لوہ گڑھ، ماہولی، کرنالا اور روہیڈا کے قلعے دوبارہ حاصل کرلیے۔

اس کے بعد شیواجی مہاراج نے دوسری مرتبہ سورت پر حملہ کیا۔ وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے راستے میں ناشک ضلع کے وَنی دنڈوری کے مقام پر مغلوں سے ان کی بڑی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں انھوں نے مغل سردار داؤد خان کو شکست دے دی۔ اس کے بعد مورو پنت پنگلے نے ناشک کے قریب ترمبک گڑھ کو فتح کرلیا۔

اس طرح شیواجی مہاراج کو مغلوں کے خلاف حملے کے منصوبوں میں کامیابیاں ملتی چلی گئیں۔ مغلوں کے خلاف مہم میں تاناجی مالوسرے، مورو پنت پنگلے، پرتاپ راؤ گجر وغیرہ سرداروں نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ تاریخ نویس کرشنا جی اننت سبھاسد نے اس مہم کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے: ”چار مہینوں میں ستائیس قلعے فتح کر لیے۔ بڑی شہرت حاصل کی۔“

تاجپوشی : مسلسل تیس برسوں کی محنت اور کوششوں سے مراٹھوں کا سوراج کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا تھا۔ لیکن شیواجی مہاراج کو اس بات کا احساس ہوا کہ سوراج کے آزادانہ اور مختار کل وجود کو نمایاں کرنے کے لیے سوراج کی عوامی مقبولیت اور خود مختاری ضروری ہے۔ اس مقصد کے تحت شیواجی مہاراج نے رائے گڑھ میں ۶/جون ۱۶۷۴ء کو پنڈت گاگا بھٹ کے ہاتھوں اپنی تاجپوشی کی رسم ادا کروائی۔

رسمِ تاجپوشی کے بعد شیواجی مہاراج چھترپتی بن گئے۔ اپنے اعلیٰ اقتدار کی علامت کے طور پر انھوں نے 'تاجپوشی کے سال' سے ایک نئے دور کا آغاز کرتے ہوئے نیا کیلنڈر شروع کیا۔ اس طرح وہ ایک نئے سن کے موجد بن گئے تھے۔ تاجپوشی کی یادگار کے طور پر انھوں نے سونے کا ہون اور تانبے کی 'شیورائی' جیسے دو خاص سکے ڈھالے۔ ان سکوں پر 'شری راجا شیو چھترپتی' کندہ تھا۔ اس کے بعد سرکاری کاغذات پر 'شتریہ کُلاوتنس شری راجا شیو چھترپتی' لکھا جانے لگا۔ تاجپوشی کے بعد انھوں نے فارسی الفاظ کے متبادل سنسکرت الفاظ پر مبنی ایک لغت تیار کروائی۔ اسی کو 'راجیہ ویوہار کوش' (سرکاری کام کاج کی لغت) کہا جاتا ہے۔

چھترپتی شیواجی مہاراج

رائے گڑھ کا قلعہ

ذرا یاد کیجیے!

نئے کیلنڈر کی ابتدا کس بھارتی راجا نے کی؟

ذہن نشین کیجیے!

’سرکاری کام کاج کی لغت‘ کے کچھ ہم معنی الفاظ قابلِ ذکر ہیں۔

مثلاً : خطاب - پدوی، فرمان - راج پتر،
ضامن - پرتی بھوتی، حال ہی - سانپرت، ماضی - پورو،
فی الحال - تتکال، واہ وا - اُتّم، وقوف - پرگیہ،
بے وقوف - مؤرکھ، دست بوسی - ہست اسپرش،
ملاقات - درشن، قدم بوسی - پاد اسپرش،
قول نامہ - اَبھے، فریاد - انیائے وارتا، جھوٹ - مِتھیا،
فتح - وِجے، شُلے دار - سوتورگی

عہدِ وسطیٰ کے بھارت کی تاریخ میں شیواجی مہاراج کی تاجپوشی ایک انقلابی واقعہ ہے۔ اس واقعے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سبھاسد کہتا ہے:

”مراٹھا بادشاہ چھترپتی بنا، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔“

اس کے بعد مختصر سی مدت میں ۲۴؍ستمبر ۱۶۷۴ء کو شیواجی مہاراج نے تانترک طریقے سے نشچل پوری گوساوی کی رہنمائی میں تاجپوشی کروائی۔ بھارت میں اس وقت دو مذہبی روایتیں وجود میں تھیں؛ ایک ویدک اور دوسری تانترک۔ شیواجی مہاراج نے دونوں روایتوں کا احترام کرتے ہوئے دونوں طریقوں سے اپنی تاجپوشی کروائی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

شیواجی مہاراج کی تاجپوشی کے وقت سنبھاجی کی عمر ۱۷ سال تھی۔ انھوں نے ’بُودھ بھوشن‘ نامی کتاب میں تاجپوشی کی تقریب کا ذکر کیا ہے جو ان کے ذاتی تجربے پر مبنی ہے۔

”شیواجی مہاراج کی تاجپوشی کے موقع پر مختلف صوبوں سے جو اعلیٰ پائے کے عالم آئے تھے انھیں بلاتفریق مقام و رتبہ بے حساب اور بے شمار دولت کے علاوہ خلعت، ہاتھی اور گھوڑوں کے عطیات سے نوازا گیا۔“

اس طرح شیواجی نے اپنی شخصیت اور کارکردگی کو ہمہ جہت وسعت عطا کی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

شیواجی مہاراج کی تاجپوشی کے لیے انتہائی بیش قیمت اور شاندار تخت تیار کیا گیا تھا۔ اس تخت کی آٹھ سمتوں میں جواہرات جڑے ہوئے آٹھ ستون تھے۔ بتیس (۳۲) من سونے سے بنا ہوا یہ شاہی تخت انتہائی بیش قیمت جواہر سے جڑا ہوا تھا۔

- ’من‘ اس اکائی کو اپنے ریاضی کے استاد سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

جنوبی بھارت کی مہم : تاجپوشی کے تقریباً تین برس بعد اکتوبر ۱۶۷۷ء میں شیواجی مہاراج نے جنوبی بھارت کی مہم کی کمان سنبھالی۔ انھوں نے گولکنڈہ میں قطب شاہ سے ملاقات کی اور ان سے دوستانہ معاہدہ کیا۔ اس کے بعد انھوں نے کرناٹک میں بنگلورو اور ہوس کوٹ، موجودہ تمل ناڈو میں جنجی اور ویلّور کے قلعوں کے علاوہ عادل شاہی کے بعض دوسرے علاقے فتح

کرلیے۔ ان کی فوج نے ان علاقوں کے عوام کو کوئی تکلیف نہیں دی۔ مفتوحہ علاقوں کا کام کاج دیکھنے کے لیے انھوں نے رگھوناتھ نارائن ہنمنتے کو ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا۔

شیواجی مہاراج کے سوتیلے بھائی وینکوجی موجودہ تمل ناڈو میں واقع تنجاور کے حکمراں تھے۔ شیواجی مہاراج نے انھیں بھی اپنے سوراج کے کاموں میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ وینکوجی راجا کے بعد تنجاور کے راجا نے علوم وفنون کی سرپرستی کی۔ تنجاور کا 'سرسوتی محل' نامی کتب خانہ دنیا بھر میں مشہور ہے۔

جنوبی بھارت کی مہم کے دوران تمل ناڈو کے جنجی قلعے کو فتح کرکے اسے سوراج میں شامل کرنا آنے والے وقتوں میں شیواجی مہاراج کا ایک اہم فیصلہ ثابت ہوا۔ سوراج کے خاتمے کے لیے شہنشاہ اورنگ زیب نے مہاراشٹر میں مستقل قیام کرلیا تھا۔ اس لیے اس وقت کے چھترپتی راجا رام کو تحفظ کے لیے مہاراشٹر چھوڑنا پڑا۔ انھوں نے جنوبی بھارت کے جنجی قلعے سے ہی سوراج کا کام کاج انجام دیا۔

جنوبی بھارت کی غیر معمولی فتح کے مختصر عرصے بعد ۳/اپریل ۱۶۸۰ء کو رائے گڑھ کے قلعے میں شیواجی مہاراج کا انتقال ہوگیا۔ اپنی عمر کی چھٹی دہائی میں ان کے انتقال سے سوراج کو بہت نقصان پہنچا۔ ان کے انتقال کے ساتھ ہی ایک شاندار عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

شیواجی مہاراج کی سمادھی - رائے گڑھ

مشق

(۱) مندرجہ ذیل واقعات کو زمانی ترتیب میں لکھیے :

۱۔ شیواجی مہاراج کی جنوبی بھارت کی مہم
۲۔ لال محل پر حملہ
۳۔ آگرہ سے فرار
۴۔ تاجپوشی
۵۔ پرندر کا معاہدہ
۶۔ شائستہ خان کا حملہ

(۲) تلاش کروگے تو پاؤگے :

۱۔ سنسکرت الفاظ کی لغت۔
۲۔ تریمبک گڑھ جیتنے والا۔
۳۔ ونی دنڈوری میں شکست کھانے والا سردار۔
۴۔ وہ مقام جہاں انگریزوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے گودام تھے۔

(۳) اپنے الفاظ میں لکھیے :

۱۔ شیواجی مہاراج کی تاجپوشی
۲۔ آگرہ سے فرار
۳۔ شیواجی مہاراج کی جنوبی بھارت کی مہم
۴۔ شیواجی مہاراج کی تاجپوشی کے لیے کی گئی تیاریاں

(۴) وجوہات لکھیے :

۱۔ شیواجی مہاراج نے پرندر کا معاہدہ کیا۔
۲۔ شیواجی مہاراج نے مغلوں کے خلاف جارحانہ تیور اپنائے۔

سرگرمی :

۱۔ اسکول میں یومِ آزادی یا یومِ جمہوریہ کی تقریبات کے لیے آپ کیا تیاریاں کرتے ہیں؟ اپنے استاد کی مدد سے ان کی فہرست بنائیے۔
۲۔ اپنے نزدیکی تاریخی مقام کی سیر کرکے اس کی روداد لکھیے۔

***

۷۔ سوراج کا انتظام

شیواجی مہاراج نے سوراج قائم کیا۔ انھوں نے اپنی تاجپوشی کروائی۔ تاجپوشی کے بعد جنوبی بھارت کو فتح کیا۔ سوراج کی توسیع ہوئی۔ اس سوراج میں مہاراشٹر کے ناشک، پونہ، ستارا، سانگلی، کولھاپور، سندھودرگ، رتناگری، رائے گڑھ اور تھانہ ضلعوں کا بہت سا حصّہ شامل تھا۔ اسی طرح کرناٹک، آندھرا پردیش اور تمل ناڈو ریاستوں کے کچھ حصے بھی اس میں شامل ہوگئے تھے۔ اتنے وسیع سوراج کا کام کاج آسانی سے چلانے اور عوام کی فلاح کے لیے شیواجی مہاراج نے سوراج کا انتظام کیا۔ ہم اس سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

اشٹ پردھان منڈل : شیواجی مہاراج نے تاجپوشی کے موقع پر 'اشٹ پردھان منڈل' (آٹھ وزراء کی مجلس) تشکیل دی۔ سرکاری کام کاج میں آسانی پیدا کرنے کے لیے آٹھ مختلف شعبے بنائے گئے اور ہر شعبے کے لیے ایک وزیر مقرر کیا گیا۔ ان آٹھ شعبوں کے وزراء پر مشتمل 'اشٹ پردھان منڈل' تشکیل دیا گیا۔ ان وزیروں کا تقرر کرنا یا انھیں برطرف کرنے کا اختیار شیواجی مہاراج کو حاصل تھا۔ اپنے شعبے کے معاملات کے لیے یہ وزیر براہِ راست شیواجی مہاراج کے سامنے جواب دہ تھے۔

شیواجی مہاراج نے ذاتی خوبیوں اور فرض شناسی کی بنیاد پر اشٹ پردھان منڈل کا انتخاب کیا تھا۔ انھیں انعامات، جاگیریں اور زمینیں نہیں دیں بلکہ انھیں نقدی کی شکل میں بھرپور تنخواہیں دیں۔

زراعت سے متعلق حکمتِ عملی : زراعت دیہاتوں کا اہم پیشہ تھا۔ شیواجی مہاراج کو زراعت کی اہمیت معلوم تھی اسی لیے انھوں نے کسانوں کے مفاد پر توجہ دی۔ انھوں نے اناجی دتّو جیسے تجربہ کار افسر کو زمینوں کے محصول کی ذِمّہ داری سونپی۔ ان کی تاکید تھی کہ طے کردہ رقم سے زیادہ محصول وصول نہ کیا جائے۔ انھوں نے غیر مزروعہ زمینوں (ایسی زمین جس پر کاشت نہ کی گئی ہو) کو زیر کاشت لانے کی ترغیب دی۔ ان کا حکم تھا کہ قدرتی آفات، بارش کی کمی/قحط کی وجہ سے اگر فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے یا دشمن کی فوج گاؤں کے علاقوں کو برباد کرتی ہے تو ایسے تمام مواقع پر گاؤں کے لوگوں کو کھیت کا لگان اور دیگر محصول میں رعایت دی جائے۔ انھوں نے اپنے افسران کو حکم دے رکھا تھا کہ ایسے حالات میں کسانوں کو بیل کی جوڑیاں، ہل اور عمدہ قسم کے بیج مہیا کریں۔

اشٹ پردھان منڈل (مجلسِ وزراء)

نمبر شمار	وزیر کا نام	عہدہ	فرائض
۱۔	مورو ترمبک پنگلے	وزیرِ اعظم (پردھان)	سلطنت کے کاروبار چلانا اور مفتوحہ علاقوں کا انتظام دیکھنا۔
۲۔	رام چندر نیل کنٹھ مجمدار	وزیرِ خزانہ (اماتیہ)	انتظامِ مالیہ، حکومت کا حساب کتاب دیکھنا۔
۳۔	اناجی دتّو	معتمد، سکریٹری (سچیو)	فرمان جاری کرنا۔
۴۔	دتّاجی ترمبک واکنیس	وزیرِ انتظامیہ (منتری)	سرکاری خط و کتابت کا کام۔
۵۔	ہمبیر راؤ موہیتے	سپہ سالار (سیناپتی)	فوج کی قیادت کرنا اور حکومت کا دفاع کرنا۔
۶۔	رام چندر ترمبک ڈبیر	وزیرِ خارجہ (سُمنت)	بیرونی ریاستوں سے تعلقات قائم رکھنا۔
۷۔	نیراجی راؤجی	وزیرِ عدلیہ (نیائے دھیش)	عدل و انصاف کرنا۔
۸۔	موریشور پنڈت راؤ	وزیرِ اُمورِ مذہب (پنڈت راؤ)	مذہبی معاملات کی نگرانی کرنا۔

دیہی معیشت : زراعت دیہی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تھی۔ دیہاتوں میں زراعت پر مبنی پیشے اختیار کیے جاتے تھے۔ گاؤں کے کاریگر اشیا تیار کرتے تھے جن سے مقامی لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔اس لحاظ سے دیہات خودکفیل تھے۔ کسان اپنی فصلوں اور پیداوار کا کچھ حصہ ان کاریگروں کو دیتے تھے۔اس حصے کو بلوتہ کہا جاتا تھا۔

صنعت وحرفت : شیواجی مہاراج نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ تجارت میں ترقی کے بغیر حکومت خوش حال نہیں ہوسکتی۔ تجارت کی وجہ سے نئی نئی اور ضرورت کی اشیا ریاست میں دستیاب ہوتی ہیں۔اشیا کی فراوانی ہوگی تو کاروبار میں اضافہ ہوتا ہے۔ دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ شیواجی مہاراج ساہوکار کو ’حکومت اور اس کی عظمت کی زینت‘ سمجھتے تھے۔تاجروں کے تعلق سے ان کا یہ نقطۂ نظر ان کے فرمان میں مذکورہ بیان سے واضح ہوتا ہے۔ساہوکار سے مراد بیوپاری یا تاجر ہے۔

سوراج میں صنعتوں کے تحفّظ کے لیے شیواجی مہاراج نے حکمتِ عملی تیار کی تھی۔ اس کی عمدہ مثال نمک سازی کی صنعت تھی۔ انھوں نے کوکن کی نمک سازی کی صنعت کو تحفّظ دیا۔اس زمانے میں سوراج کے علاقوں کے لیے نمک پرتگالیوں کے زیر قبضہ علاقوں سے بڑے پیمانے پر برآمد کیا جاتا تھا۔جس کی وجہ سے کوکن کے مقامی نمک کی فروخت پر ناموافق اثر ہوتا تھا۔ شیواجی مہاراج اس بات کو سمجھ گئے اور انھوں نے سوراج میں آنے والے نمک پر بہت زیادہ ٹیکس عائد کردیا۔ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح پرتگالیوں کے علاقے سے نمک کی درآمد کم ہوجائے اور مقامی نمک کی فروخت میں اضافہ ہوجائے۔

فوجی انتظام : شیواجی مہاراج نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا؛ ایک پیدل فوج اور دوسری گھڑسوار فوج۔ پیدل سپاہیوں میں حوالدار، جملے دار وغیرہ افسران ہوا کرتے تھے۔ پیدل فوج کے سربراہ کو’سرنوبت‘ کہا جاتا تھا۔سرنوبت پیدل فوج کا اعلیٰ ترین افسر ہوا کرتا تھا۔

گھڑسوار فوج میں دو طرح کے گھڑسوار ہوتے تھے؛ ایک شِلے دار اور دوسرے بارگیر۔ شِلے دار کے پاس اپنا ذاتی گھوڑا اور ذاتی ہتھیار ہوتے تھے جبکہ بارگیر کو حکومت کی جانب سے گھوڑا اور ہتھیار فراہم کیے جاتے تھے۔گھڑسوار فوج میں بارگیروں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی۔ گھڑسوار فوج میں بھی پیدل سپاہ کی طرح افسران کے عہدے ہوتے تھے۔’سرنوبت‘ گھڑسوار فوج کا اعلیٰ ترین افسر ہوتا تھا۔ نیتوجی پالکر، پرتاپ راؤ گجر، ہمبیر راؤ موہیتے وغیرہ شیواجی مہاراج کے مشہور سرنوبت تھے۔

آئیے جان لیں !

بھارت کی افواج کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

- تینوں افواج کے نام بتائیے۔
- ہر فوج کے سربراہ کو کیا کہتے ہیں؟
- تینوں افواج کا سربراہ کون ہوتا ہے؟

جاسوسی شعبہ : دشمنوں سے سوراج کی حفاظت کرنا بہت ضروری تھا جس کے لیے دشمنوں کی نقل وحرکت کی معلومات وقت پر حاصل کرنا پڑتی تھی۔دشمنوں کی نقل وحرکت کی معلومات حاصل کرنے کا کام شیواجی مہاراج نے اپنے جاسوسی شعبے کے سپرد کیا تھا۔ان کا جاسوسی شعبہ نہایت فعال تھا۔ بہرجی نائیک اس شعبے کے سربراہ تھے۔ وہ مختلف قسم کے مقامات کی معلومات حاصل کرنے میں ماہر تھے۔سورت کی مہم سے قبل انھوں نے ہی وہاں کی ہر طرح کی معلومات حاصل کی تھی۔

قلعے : وسطی عہد میں قلعوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ قلعہ پر قبضہ ہوتے ہی آس پاس کے علاقوں پر قابو پانا اور ان پر نظر رکھنا آسان ہوجاتا تھا۔ بیرونی حملے کی صورت میں قلعے میں پناہ لے کر عوام کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ قلعے میں اناج، غلّہ، آلاتِ حرب، بارود وغیرہ کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔سوراج کے قیام میں قلعوں کی اہمیت ایک حکم نامے میں یوں بیان کی گئی ہے، ”اس حکومت کو بزرگ ومحترم آنجہانی سردار نے قلعے سے ہی قائم کیا۔“

سوراج میں تقریباً ۳۰۰ / قلعے تھے۔ ان قلعوں کی تعمیر اور درستگی پر شیواجی مہاراج نے خطیر رقم خرچ کی۔ انھوں نے راج گڑھ، پرتاپ گڑھ اور پاون گڑھ جیسے پہاڑی قلعے تعمیر کیے۔ قلعوں پر قلعہ دار، سبنیس (سرکاری ملازمین کو تنخواہ تقسیم کرنے والا افسر) اور کارخانیس جیسے افسران ہوتے تھے۔ اناج کا ذخیرہ اور اسلحہ کا انتظام دیکھنے کے لیے کارخانیس متعین ہوتا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

شیواجی مہاراج کے قلعوں کی تعمیر سے متعلق چھترپتی سنبھاجی مہاراج نے اپنی کتاب 'بودھ بھوشن' میں جو بات بیان کی ہے وہ قابلِ توجہ ہے۔ ''شیواجی مہاراج نے کرناٹک سے لے کر باگلان تک سہیادری پہاڑ کی سطح مرتفع پر جگہ جگہ ناقابلِ تسخیر مضبوط قلعے تعمیر کروائے۔ ان کا مقصد اپنی سرزمین کی حفاظت تھا۔ ان کی کامیاب رہنمائی میں کرشنا ندی کے دامن سے لے کر سمندر کے چاروں جانب قلعے تعمیر کیے گئے۔ رائری کے قلعے کے فاتح اور راجاؤں میں سب سے نمایاں راجا چھترپتی شیواجی تھے۔''

بحری قلعے : شیواجی مہاراج بحری قلعوں کی اہمیت سے بھی واقف تھے۔ ان کے تعمیر کردہ بحری قلعوں میں مالون کا سندھودرگ سب سے عمدہ بحری قلعہ ہے۔ اس قلعے کی تعمیر میں مضبوطی فراہم کرنے کے لیے اس کی بنیاد میں پانچ کھنڈی (۱۰۰ / من) سیسہ ڈالا گیا تھا۔ شیواجی مہاراج نے سدّیوں کو شکست دینے کے لیے راجاپوری کے آگے پدم درگ نامی بحری قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اپنے ایک خط میں وہ اس قلعے کے بارے میں لکھتے ہیں: ''پدم درگ بسا کر گویا ایک راجپوری کے مقابل دوسرا راجپوری تعمیر کردیا۔''

بحری بیڑہ : بھارت کے مغربی ساحل پر گوا کے پرتگالیوں، جنجیرہ کے سدّی، اسی طرح سورت اور راجاپور کے گوداموں کے انگریز مالکان سوراج کی توسیع کے کام میں ہمیشہ رکاوٹ پیدا کیا

قلعہ پدم درگ

کرتے تھے۔ ان کو روکنے کے لیے مغربی ساحل کی حفاظت کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ اس کام کے لیے شیواجی مہاراج نے بحری بیڑہ تیار کیا۔ 'جس کے پاس بحری بیڑہ اس کا سمندر' انھوں نے اس اُصول کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ شیواجی مہاراج دوراندیش حکمراں تھے۔

شیواجی مہاراج کے بحری بیڑے میں مختلف قسم کے چار سو جہاز تھے جن میں غراب، گلبت اور پال جنگی جہاز تھے۔ کلیان - بھیونڈی کی خلیج، وجے درگ اور مالوَن میں جہاز سازی کا کام ہوتا تھا۔ مائناک بھنڈاری اور دولت خان شیواجی کے بحری بیڑے کے اعلیٰ افسران تھے۔

گلبت

غُراب

آیئے، کرکے دیکھیں۔

بھارتی بحری فوج کے جنگی جہازوں کی معلومات حاصل کیجیے اور جہازوں کی تصویروں کا البم تیار کیجیے۔

عوام کے مفاد کی فکر : شیواجی مہاراج نے دوسرے راجاؤں کی طرح دشمن کے علاقے فتح کرکے اپنا غلبہ قائم کرنے جیسی محدود خواہش کبھی نہیں رکھی۔ ان کا اہم مقصد عوام کو آزاد اور خودمختار بنانا تھا۔ عوام کو آزادی کی سچی خوشی مہیا کرنا ہو تو حکومتی کام کاج میں نظم و ضبط ہونا چاہیے۔ عوام کے مفاد کی ہر لحاظ سے فکر کرنا چاہیے اور فتح کیے ہوئے علاقوں کی حفاظت کرنا چاہیے۔ انھیں ان تمام باتوں کا احساس تھا۔ شیواجی مہاراج صرف صاحبِ اقتدار نہیں تھے بلکہ عوام کے مفاد کا تحفّظ کرنے والے حکمراں تھے۔ ان کی سلطنت کے کاروبار سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

مشق

(۱) پہچانیے تو بھلا :

۱۔ آٹھ وزراء کی مجلس (اشٹ پردھان منڈل)۔

۲۔ بہرجی نائیک اس شعبے کے سربراہ تھے۔

۳۔ مالون کے پاس شیواجی مہاراج کا تعمیر کردہ بحری قلعہ۔

۴۔ قلعے پر اسلحہ بارود (آلاتِ حرب) کا انتظام دیکھنے والا۔

(۲) اپنے الفاظ میں لکھیے :

۱۔ شیواجی مہاراج کی زرعی پالیسی

۲۔ شیواجی مہاراج عوامی مفاد کا تحفّظ کرنے والے راجا تھے۔

(۳) وجوہات لکھیے :

۱۔ شیواجی مہاراج نے آٹھ وزراء کی مجلس تشکیل دی۔

۲۔ شیواجی مہاراج نے بحری بیڑہ تیار کیا۔

(۴) مندرجہ ذیل کو مکمل کیجیے :

فوجی انتظام
- ....
  - حوالدار
  - ....
- گھڑسوار
  - ....
  - ....

سرگرمی :

۱۔ اپنے آس پاس کے کسی ایسے شخص سے ملاقات کیجیے جو بھارتی فوج میں ملازم رہ چکا ہو۔

۲۔ اپنے گاؤں کے بازار کا دورہ کرکے آس پاس تیار ہونے والی اشیا اور گاؤں کے باہر سے فروخت کے لیے آنے والی اشیا کی فہرست بنائیے۔

***

سندھودرگ قلعہ

۸۔ مثالی حکمراں

سوراج کے قیام سے قبل مہاراشٹر میں عادل شاہی، سدّی، پرتگالی اور مغل طاقتوں کا غلبہ تھا۔شیواجی مہاراج نے ان طاقتوں کے خلاف جدوجہد کی۔ انھوں نے ہر قسم کے ناسازگار حالات کا سامنا کیا۔انھوں نے آزاد اور اعلیٰ و برتر سوراج قائم کیا۔سوراج کے کام کاج کا انتظام کیا۔سوراج کو انھوں نے خوب سے خوب تر بنایا۔اپنی احسن کارکردگی سے ایک نئی دنیا تشکیل دی۔سوراج قائم کرنے کے دوران انھیں کئی مرتبہ دھوکے اور فریب کا سامنا کرنا پڑا۔افضل خان سے ملاقات کا واقعہ، پنہالا کا محاصرہ، شائستہ خان پر چھاپہ، آگرہ سے فرار جیسے واقعات خطرات سے بھرے تھے۔ وہ ان تمام موقعوں پر کامیاب رہے۔ ان خطرات سے وہ بخیر و عافیت باہر نکل آئے۔

آئیے، غور کریں۔

جان نچھاور کرنے والے دوستوں کی وجہ سے شیواجی مہاراج سوراج قائم کرسکے۔مختلف زبانوں سے دوستی کی اہمیت بتانے والی کہاوتیں اور محاورے تلاش کرکے لکھیے۔مثلاً

A friend in need is a friend indeed.

تنظیمی صلاحیت : سوراج کے قیام کے لیے شیواجی مہاراج نے اپنے آس پاس کے لوگوں کو تحریک دلائی۔وہ ایک غیر معمولی ذہین منتظم تھے۔اپنی اسی ذہانت کے بل بوتے پر انھوں نے اپنے اردگرد جان نچھاور کرنے والے بہادر لوگ جمع کیے تھے۔سوراج کے قیام میں ان کے دوستوں نے اپنی جانوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیے۔افضل خان سے ملاقات کے موقع پر نہایت نازک وقت میں بڑا سیّد کو مارنے والا جیوا مہالا، پنہالا کا محاصرہ توڑ کر شیواجی کا بہروپ بھر کر پالکی میں نکلنے والا شیوا کاشد، شیواجی مہاراج کے وشال گڑھ جاتے وقت ان کا پیچھا کرنے والے دشمن کا راستہ روکنے والا باجی پربھو دیشپانڈے، پرندر کے قلعے پر لڑنے والا مرار باجی دیشپانڈے، سینھ گڑھ کی فتح کے لیے لڑنے والا تاناجی مالوسرے، آگرہ سے فرار کے وقت جوکھم اُٹھانے والا ہیروجی فرزند اور مداری مہتر ایسے کئی نام ہیں جو سوراج کے لیے ہمیشہ شیواجی مہاراج کے ساتھ رہے۔ شیواجی مہاراج بھی اپنے دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔مثلاً سوراج کے امور کی دیکھ بھال میں کانھوجی جیدھے ابتدا ہی سے شیواجی مہاراج کے ساتھ تھے۔ بڑھاپے میں جب وہ بیمار پڑ گئے تو شیواجی مہاراج نے انھیں تاکید کی کہ ''وہ اپنے علاج معالجے میں کوئی لاپروائی نہ کریں۔''

رعایا کی فکر : سوراج کے قیام کے سلسلے میں شیواجی مہاراج کو اپنے دشمنوں سے اُلجھنا پڑتا تھا۔دشمنوں کے حملوں کی وجہ سے رعایا پریشان تھی۔ ایسے وقت وہ رعایا کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ شائستہ خان کے حملے کے وقت شیواجی مہاراج نے روہیڑ کی وادی کے دیشمکھ کو رعایا کا خیال رکھنے کی تاکید کی تھی۔انھوں نے اس دیشمکھ کو گاؤں گاؤں گھوم کر گھاٹ کے نشیب میں محفوظ جگہ تلاش کرکے رعایا کو وہاں لے جانے کو کہا تھا۔انھوں نے اس کام کو 'ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتے ہوئے' انجام دینے کو کہا تھا۔اس کے بعد انھوں نے دیشمکھ سے کہا، ''اگر رعایا کی فکر نہ کی گئی تو مغل فوج آجائے گی، لوگوں کو قید کرلے گی اور اس کا گناہ تمھارے سر جائے گا۔'' شیواجی مہاراج اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ اپنی فوج کی جانب سے بھی رعایا کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

فوجی حکمتِ عملی : مہاراج کا فوجی نظم وضبط بہت سخت تھا۔ فوج کو وقت پر تنخواہ دینے پر وہ خاص زور دیتے تھے۔انھوں نے فوجیوں کی تنخواہ نقد رقم کی شکل میں دینے کا انتظام کیا تھا۔عہد وسطیٰ میں بھارت میں جتنی حکومتیں تھیں ہر جگہ فوجیوں کو نقد تنخواہ کی بجائے جاگیریں دینے کا طریقہ رائج تھا۔شیواجی مہاراج نے یہ

طریقہ ختم کردیا۔ جب ان کا لشکر دشمن کے علاقے میں جاتا تو اسے تاکید تھی کہ سپاہیوں کے ہاتھ جو کچھ لگے اسے سرکاری خزانے میں جمع کروادیا جائے۔ جنگی مہم میں نمایاں کارنامے انجام دینے پر اعزاز و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔ لڑائی میں جو سپاہی مر جاتے ان کے خاندان کے گزارے کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ زخمی سپاہیوں کا خیال رکھا جاتا تھا۔ لڑائی میں قید کیے گئے یا پناہ میں آئے ہوئے فوجیوں اور سپاہیوں سے اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

فصل بونے اور اُگانے کے دوران اگر جنگ ہوجاتی تو کسانوں کی حالت قابلِ رحم ہوجاتی تھی۔ فوج کی نقل و حرکت بوائی کے آڑے تو آتی ہی تھی لیکن کبھی کبھی فوجی کھڑی فصل بھی کاٹ کر لے جاتے یا برباد کردیتے۔ کسانوں کے گھر لوٹ لیتے۔ شیواجی مہاراج نے اپنے افسروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے سپاہیوں کو ایسی حرکتیں کرنے سے روکیں۔ اس ضمن میں شیواجی مہاراج نے ۱۶۷۴ء میں اپنے فوجی افسروں کو مخاطب کرکے جو خط لکھا وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہاراج فوج کے نظم و ضبط کا کس قدر باریک بینی سے خیال رکھتے تھے۔

‘‘विलातीस तसवीस देऊ लागाल; ऐशास, लोका जाती, कोण्ही कुणब्याचे दाने आणील, कोण्ही भाकर, कोण्ही गवत, कोण्ही फाटे, कोण्ही भाजी, कोण्ही पाले. ऐसें करू लागलेत म्हणजे जी कुणबी घर धरून जीव मात्र घेऊन राहिले आहेत तेही जाऊ लागतील. कितेक उपाशी मराया लागतील. म्हणजे त्याला ऐसे होईल की, मोगल मुलकांत आले त्याहूनही अधिक तुम्ही ! ऐसा तळतळाट होईल.’’

رواداری برتاؤ : شیواجی مہاراج کو جن طاقتوں سے اُلجھنا پڑا ان میں عادل شاہ، مغل اور سِدّی مسلم حکومتیں تھیں۔ ان حکومتوں سے لڑائی کے دوران بھی شیواجی مہاراج نے سوراج کے مسلمانوں کو اپنی رعایا تسلیم کیا۔ افضل خان سے ملاقات کے وقت شیواجی مہاراج کے ساتھ ان کا نہایت بھروسے مند ساتھی سِدّی ابراہیم تھا۔ سِدّی ہلال ان کی فوج کا سردار تھا۔ سوراج کے بحری بیڑے کا افسرِ اعلیٰ دولت خان تھا۔

شیواجی مہاراج کی مذہبی حکمتِ عملی رواداری تھی۔ دشمنوں سے کوئی علاقہ جیت لینے کے بعد وہ اس علاقے کی مسلم عبادت گاہوں کو دی جانے والی سہولتوں کو برقرار رکھتے تھے۔ ان کی رواداری مذہبی حکمتِ عملی کے بارے میں ان کے ہم عصر مؤرّخ خافی خان لکھتے ہیں: ’’شیواجی نے اپنے سپاہیوں کے لیے سخت قانون بنایا تھا کہ جنگی مہم کے دوران مسجدوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ قرآن پاک کا کوئی نسخہ ہاتھ آجائے تو احترام کے ساتھ اسے کسی مسلمان کے حوالے کردیا جائے۔‘‘

آزادی کی تحریک : شیواجی مہاراج کے سوراج کے قیام کی کوششوں کو مخصوص قدر حاصل ہے۔ یہ قدر ہے آزادی کی۔ اس کے پیچھے کسی دوسرے کے اقتدار کی بالادستی کو نہ مانتے ہوئے اپنے آزاد اور خود مختار وجود کو برقرار رکھنے کا مقصد کارفرما ہے۔

غیروں اور غیر منصف طاقتوں کے خلاف لڑتے ہوئے انھوں نے دوسروں کو آزادی کی تحریک دی۔ مغلوں کے دربار سے وابستہ چھتر سال کی ملاقات جب شیواجی مہاراج سے ہوئی تو انھوں نے اسے بُندیل کھنڈ میں آزاد حکومت قائم کرنے کی تحریک دی۔

شیواجی مہاراج کے کارناموں کی بڑائی : شیواجی مہاراج نے کئی دشمنوں سے لڑتے ہوئے سوراج قائم کیا۔ یہی کارنامہ انھیں ایک عہد ساز شخصیت بناتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ان میں بہت سی خوبیاں تھیں۔

شیواجی مہاراج بہت ذہین تھے۔ انھوں نے کئی علوم سیکھے تھے۔ انھیں کئی زبانیں اور ان کے رسم الخط سے واقفیت حاصل

تھی۔ والدین کی سوراج قائم کرنے کی دِلی خواہش اور تربیت نے ان پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ ان کی شخصیت اعلیٰ کردار، قوتِ تحمل اور بہادری کا حسین امتزاج تھی۔ ان میں قیادت، انتظام، سفارتی مہارت، ملکی اور فوجی انتظامیہ سے متعلق مؤثر حکمتِ عملی، سچائی اور انصاف پر یقین، سب سے برابری کا سلوک کرنے کا رجحان، مستقبل کی منصوبہ بندی، منصوبوں پر عمل درآمد کی مہارت، مشکل حالات میں ہمت نہ ہارنا اور ہمیشہ بیدار اور ہوشیار رہنے جیسی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

عورتوں کے ساتھ نامناسب برتاؤ کرنے والے کو وہ سخت سزائیں دیتے تھے۔ اپنی رعایا میں وہ کسانوں، کاریگروں، تاجروں اور سپاہیوں کا خیال رکھتے تھے۔ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ساتھ دوسرے مذہب کے لوگوں کا بھی احترام کرتے تھے۔ اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اپنانے والے کی دوبارہ اپنے مذہب میں واپسی اس زمانے میں بہت مشکل تھی۔ شیواجی مہاراج نے ایسے لوگوں کو اپنے مذہب میں واپس لا کر ان کے ساتھ خود رشتہ قائم کیا۔ مذہبی وجوہات کی بنا پر سمندری سفر کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں انھوں نے سندھو درگ کا سمندری قلعہ تعمیر کیا اور بحری بیڑہ تیار کیا۔ سمندر کی جانب سے ہونے والے بیرونی حملوں پر توجہ دی اور ان سے نپٹنے کا طریقہ ڈھونڈ نکالا۔

تاجپوشی کے ذریعے شیواجی مہاراج باقاعدہ راجا بن گئے۔ انھوں نے مذہبی اعتبار سے ایک تاجپوشی کے بعد دوسری رسمِ تاجپوشی ادا کی۔ ان کے یہ سارے کام مذہب کے میدان میں ان کی انقلاب پسندی کو ظاہر کرتے ہیں۔

سوراج پر جب سخت حالات آتے ایسے وقت شیواجی مہاراج بذاتِ خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمام مصیبتوں کا سامنا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے ساتھی بھی سوراج کے قیام کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ محض بڑی مشکلات کا ہمت اور بےخوفی کے ساتھ سامنا کرنے سے ہی ان کی عظمت کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ انھیں اپنے سوراج کو اخلاقیات اور معیار کے ساتھ جوڑنا تھا اس لیے بڑی اور اہم باتوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں بھی انھوں نے اپنے متعلقین کو مناسب احکامات دے رکھے تھے۔ اپنی فوج کے سپاہیوں کے لیے ان کا حکم تھا کہ کسانوں سے ان کے کھیتوں کی سبزیاں تک زبردستی نہ لیں۔ انھوں نے درختوں کو کاٹنے کے سلسلے میں جو پابندیاں عائد کی تھیں وہ بےحد اہم ہیں۔

آئیے، غور کریں۔

درختوں کی حفاظت کرنا کیوں ضروری ہے؟

انھوں نے حکم دے رکھا تھا کہ قلعے پر کا کچرا، کوڑا کرکٹ ادھر ادھر نہ پھینکتے ہوئے اسے آنگن میں جلایا جائے اور اس کی راکھ پر سبزی ترکاری اُگائی جائے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ سوراج کے قیام کے لیے وہ چھوٹی موٹی باتوں پر کتنی توجہ دیتے تھے۔ وہ صرف ایک جنگجو ہی نہیں بلکہ ایک نئے آزاد، بااخلاق اور سلیقہ مند سماج کے معمار بھی تھے۔ ان کی عظمت ہمہ جہت ہے۔

بتائیے تو بھلا!

- آپ کے آس پاس پائے جانے والے کوڑا کرکٹ کا کیا انتظام کیا جاتا ہے؟
- کوڑا کرکٹ کا انتظام کرنے والے نظام کے کام بتائیے۔

شیواجی مہاراج ہماری قومی تحریک کے لیے ایک مثالی محرک تھے۔ مہاتما جیوتی با پھُلے نے اپنے پُواڑوں میں شیواجی مہاراج کی مساوات کے لیے جدوجہد کی تعریف کی ہے۔

لوک مانیہ تلک نے شیوجینتی کی تقریب کے ذریعے قومی بیداری کا کام کیا۔ لالہ لاجپت رائے نے شیواجی مہاراج کے کردار کی بڑائی میں سوانح لکھی۔ تمل شاعر سبرامنیم بھارتی نے

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہاتما جیوتی راؤ پھُلے نے ۱۸۶۹ء میں چھتر پتی شیواجی مہاراج کی مدح میں ایک پواڑا لکھا تھا۔ اس کا کچھ حصہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

।। शिवाचा गजर जयनामाचा झेंडा रोविला ।।
।। क्षेत्र्याचा मेळा मावळ्याचा शिकार खेळला ।।
माते पायीं ठेवी डोई गर्व नाहीं काडीचा ।
आशिर्वाद घेई आईचा ।।
आलाबला घेई आवडता होतो जिजीचा ।
पवाडा गातो शिवाजीचा ।।
कुळवाडी – भूषण पवाडा गातो भोसल्याचा ।
छत्रपती शिवाजीचा ।।३।।

شیواجی مہاراج کا اپنے ساتھیوں سے خطاب کو موضوع بناتے ہوئے ایک نظم لکھی۔ بین الاقوامی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور نے شیواجی مہاراج پر ایک طویل نظم لکھی ہے۔ سرجادو ناتھ سرکار نے 'شیواجی اینڈ ہز ٹائمز' نامی کتاب میں شیواجی مہاراج کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ جواہر لال نہرو نے شیواجی مہاراج کے بارے میں لکھا ہے کہ ''مہاراج صرف مہاراشٹر کے ہی نہیں بلکہ سارے بھارت کے تھے۔ وہ اپنے وطن سے محبت کرتے تھے اور انسانی خوبیوں کی زندہ علامت تھے۔''

بھارت کی تمام زبانوں میں ان کی تحریک اور اُصولوں پر روشنی ڈالنے والا ادب تخلیق کیا گیا ہے۔ سَوراج کو 'سُوَراج' (اچھی حکومت) میں تبدیل کرنے کی تحریک آنے والی نسلوں کے لیے ایک مثال ثابت ہوگی۔ شیواجی مہاراج ایک بے مثال قومی شخصیت تھے۔

مشق

(۱) سبق سے تلاش کر کے لکھیے:

۱۔ شیواجی مہاراج کی زندگی کے خطروں سے بھرے واقعات لکھیے۔

۲۔ آگرہ سے فرار کے وقت جوکھم اُٹھانے والے شخص کا نام لکھیے۔

۳۔ روہیڑ کی وادی کے دیشمکھ کو شیواجی مہاراج نے کیا تاکید کی تھی؟

۴۔ شیواجی مہاراج کی کون سی تحریک نئی نسل کے لیے مثال ثابت ہوگی؟

(۲) ذرا لکھیے تو:

۱۔ رعایا کو کوئی نقصان نہ پہنچے اس مقصد کے تحت شیواجی مہاراج نے اپنے سپاہیوں کو کیا تاکید کی تھی؟

۲۔ کس بات سے واضح ہوتا ہے کہ شیواجی مہاراج کی مذہبی حکمتِ عملی رواداری پر مبنی تھی؟

۳۔ شیواجی مہاراج کی فوج سے متعلق حکمتِ عملی واضح کیجیے۔

(۳) ایک لفظ میں بتائیے:

۱۔ سوراج میں بحری بیڑے کا اہم افسر ....

۲۔ شیواجی مہاراج پر نظم تخلیق کرنے والا تامل شاعر ....

۳۔ بندیل کھنڈ میں آزاد حکومت قائم کرنے والا ....

۴۔ پواڑوں کے ذریعے شیواجی مہاراج کے بارے میں معلومات دینے والا ....

سرگرمی:

۱۔ مشکل وقت میں اپنے دوست کی مدد کرنے کا کوئی واقعہ اپنی جماعت میں بیان کیجیے۔

۲۔ کسی شخص کے نام سے منسوب گاؤں اور شہروں کے ناموں کی فہرست بنائیے۔

***

۹۔ مراٹھوں کی جنگِ آزادی

شیواجی مہاراج کے انتقال کے بعد مراٹھوں نے چھترپتی سنبھاجی مہاراج، چھترپتی راجارام مہاراج اور مہارانی تارابائی کی قیادت میں سوراج کے تحفّظ کے لیے مغلوں سے زبردست لڑائی لڑی۔ ستائیس برسوں کی اس طویل لڑائی کو 'مراٹھوں کی جنگِ آزادی' کہا جاتا ہے۔۱۶۸۲ء میں خود شہنشاہ اورنگ زیب چل کر جنوب کی طرف آئے۔ اس کے باوجود بے شمار مشکلات پر قابو پاکر مراٹھوں نے مغلوں سے لڑتے ہوئے فتح حاصل کی۔ یہ جنگِ آزادی بھارت کی تاریخ کا ایک ولولہ انگیز اور روشن عہد ہے۔ اس سبق میں ہم اس جنگِ آزادی کا مطالعہ کرنے والے ہیں۔

یہاں لفظ 'مراٹھا' کے معنی 'مراٹھی بولنے والے' اور 'مہاراشٹر کے رہنے والے لوگ' ہیں۔

آئیے، عمل کرکے دیکھیں

میں سنبھاجی راجا بول رہا ہوں .... سنبھاجی راجے کا کردار نبھاکر اداکاری کیجیے۔

سنبھاجی راجا

چھترپتی سنبھاجی مہاراج : سنبھاجی مہاراج شیواجی مہاراج کے بڑے بیٹے تھے۔ وہ ۱۴/مئی ۱۶۵۷ء کو پرندر کے قلعے میں پیدا ہوئے تھے۔ شیواجی مہاراج کے بعد سنبھاجی چھترپتی بنے۔ اس وقت مراٹھوں کی مغلوں سے لڑائی جاری تھی۔ ایسی حالت میں شہنشاہ اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ اکبر نے اپنے والد کے خلاف بغاوت کردی۔ شہنشاہ نے اس بغاوت کو فرو کردیا۔ اس کے بعد شہزادہ اکبر جنوب میں سنبھاجی مہاراج کی پناہ میں آ گئے۔ انھیں شکست دینے کے لیے شہنشاہ اورنگ زیب بذاتِ خود ۱۶۸۲ء میں جنوبی بھارت آئے۔ ان کے ساتھ بے شمار فوج اور طاقتور توپ خانہ تھا۔ پرتگالیوں کو بھی انھوں نے اپنے ساتھ ملا لیا جس کی وجہ سے سنبھاجی کو ایک ساتھ کئی دشمنوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سنبھاجی مہاراج کی کارکردگی شیواجی مہاراج کے بعد مراٹھوں کی جنگِ آزادی کا پہلا مرحلہ تھا۔ شیواجی نے اپنے دَور میں ہی انھیں لشکری مہموں اور ملکی کام کاج سنبھالنے کی تعلیم دی تھی۔ عمر کے چودھویں برس سے ہی وہ ملکی کام کاج اور فوجی معاملات میں عمل دخل رکھتے تھے۔ ولی عہدی کے زمانے میں ہی وہ مغلوں اور عادل شاہی کے کئی علاقوں پر حملے کر چکے تھے۔ ان کی فوجی مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرانسیسی سیاح 'ایبے کیرے' لکھتا ہے، ''یہ ولی عہد کم سن ہوتے ہوئے بھی حوصلہ منداور اپنے باپ کے شایانِ شان بہادر ہے۔''

سنبھاجی کے چھترپتی بننے کے بعد مغلوں سے مراٹھوں کی لڑائی میں شدت آ گئی۔ شہنشاہ اورنگ زیب کا مقصد کابل سے کنیا کماری تک مغلوں کا اقتدار قائم کرنا تھا۔ اپنی عظیم فوجی اور مالی طاقت کے بل بوتے پر مراٹھوں کی حکومت ختم کر دینا ان کا خواب تھا۔ لیکن سنبھاجی مہاراج نے اپنی بہادری اور جنگی مہارت سے اس خواب کو پورا نہ ہونے دیا۔ ان کی فوج کی ٹکڑیاں مغل علاقوں پر حملے کرتی تھیں۔ شہنشاہ کے فوجی طویل عرصے تک کوشش کرنے کے باوجود ناشک کے نزدیک مراٹھوں کے رام سیج قلعے کو حاصل نہیں کر پائے۔ اس طرح سنبھاجی نے اورنگ زیب کو تنگ کردیا تھا۔ طیش میں آ کر انھوں نے عہد کیا کہ ''سنبھاجی کو

شکست دینے تک میں عمامہ نہیں پہنوں گا۔"

کیا آپ جانتے ہیں؟

مراٹھوں کے قلعے حاصل کر لینے پر ان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا، اس خیال کے تحت اورنگ زیب نے ناشک کے نزدیک رام سیج قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اورنگ زیب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مراٹھوں کی فوج کی تعداد کم لیکن مراٹھوں نے قلعہ بچانے کی انتہائی کوشش کی۔ محاصرہ پانچ سال تک چلا۔ مٹھی بھر مراٹھا فوج کی یہ ہمت بے مثال تھی۔ اورنگ زیب کو اس بات کا احساس ہوا کہ مراٹھوں سے لڑنا نہایت مشکل ہے۔

سِدّیوں کے خلاف مہم :

جنجیرہ کے سدی مراٹھا حکومت کے لیے مشکلیں پیدا کرتے رہتے تھے۔ وہ حملے کر کے آتش زنی، لوٹ کھسوٹ اور زیادتی کیا کرتے تھے۔ سبھاسد نے ان کا ذکر یوں کیا ہے، "گھر میں جیسے چوہے، ملک میں ویسے سدی۔" سنبھاجی مہاراج نے ۱۶۸۲ء میں سدیوں کے خلاف مہم شروع کی۔ انھوں نے سدیوں کے ڈنڈا راج پوری کے قلعے کا محاصرہ کیا اور جنجیرہ پر بھی توپوں سے زبردست حملہ کیا لیکن اسی دوران مغلوں کی فوج نے سوراج پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے سنبھاجی کو جنجیرہ کی مہم ادھوری چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔

پرتگالیوں کے خلاف مہم :

گوا کے پرتگالیوں نے سنبھاجی کے خلاف مغلوں سے مصالحت کر لی تھی جس کی وجہ سے سنبھاجی نے ان کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے ۱۶۸۳ء میں پرتگالیوں کی ریوڈنڈا بندرگاہ پر حملہ کر دیا۔ جواباً پرتگالیوں نے گوا کی سرحد پر مراٹھوں کے قلعے پھونڈا کا محاصرہ کر لیا۔ مراٹھوں نے محاصرہ توڑ کر گوا پر چڑھائی کر دی۔ اس لڑائی میں یساجی کنک نے بہادری کا مظاہرہ کیا۔

اس لڑائی میں پرتگالی گورنر بھی زخمی ہو گیا۔ اُسے پسپا ہونا پڑا۔ سنبھاجی نے اس کا پیچھا کیا۔ پرتگالی بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ اسی دوران سنبھاجی کو مغلوں کے جنوبی کوکن پر حملہ کرنے کی خبر ملی۔ اس لیے انھیں گوا کی ہاتھ آئی فتح کو چھوڑ کر مغلوں کا مقابلہ کرنے کے لیے واپس ہونا پڑا۔

عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتوں کا خاتمہ :

اورنگ زیب کو مراٹھوں کے خلاف کامیابی نہیں مل پا رہی تھی۔ اس لیے انھوں نے یہ مہم ملتوی کر دی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا رُخ عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتوں کی طرف موڑا اور ان حکومتوں کو فتح کر لیا۔ ان دونوں حکومتوں کی دولت اور فوج مغلوں کے ہاتھ آ جانے کی وجہ سے ان کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے بعد مغلوں نے دوبارہ مراٹھوں کو شکست دینے کے لیے کمر باندھ لی۔ انھوں نے سوراج کے علاقوں پر چاروں طرف سے حملے کیے۔ مغل فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے سپہ سالار ہمبیر راؤ موہیتے مارے گئے جس کی وجہ سے سنبھاجی کی فوجی قوت کمزور ہو گئی۔

سنبھاجی مہاراج کا ملکی کام کاج :

سنبھاجی مہاراج نے جنگوں کی گہما گہمی میں ملکی کام کاج کی طرف سے کبھی لاپروائی نہیں برتی۔ انھوں نے شیواجی مہاراج کے زمانے سے جاری نظامِ انصاف اور محصول کو قائم رکھا۔ انھوں نے سوراج کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے ساتھ ساتھ رعایا کو تکلیف دینے والے وطن داروں کو سخت سزائیں دیں۔ مہارانی یسوبائی کو حکومتی کام کاج سنبھالنے کا اختیار دیا۔ ان کے نام کی مہر تیار کر دی۔ رعایا کی فلاح سے متعلق شیواجی مہاراج کی حکمتِ عملیوں کو انھوں نے برقرار رکھا۔

سنبھاجی مہاراج سنسکرت کے ساتھ کئی زبانیں جانتے تھے۔ انھوں نے کتابیں بھی لکھیں۔ سیاست پر قدیم بھارتی کتابوں کا مطالعہ کر کے انھوں نے اپنی کتاب 'بُودھ بھوشن' میں

اس کا نچوڑ پیش کیا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

سنبھاجی مہاراج نے 'بودھ بھوشن' نامی کتاب سنسکرت زبان میں لکھی۔ اس کے دوسرے باب میں سیاست پر بحث کی گئی ہے جس میں راجا کی علامتیں، سربراہ، ولی عہد، ان کی تعلیم اور کام، راجا کے مشیر، قلعے اور قلعوں کا ساز و سامان، فوج، راجا کے فرائض، جاسوسی کا نظام وغیرہ جیسے موضوعات پر معلومات دی گئی ہے۔

سنبھاجی مہاراج کی موت :

اورنگ زیب پوری طاقت سے سنبھاجی مہاراج کو شکست دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے کولھاپور علاقے کے لیے مقرب خان کا تقرر کیا۔ مقرب خان کو کوکن کے علاقے سنگمیشور میں سنبھاجی مہاراج کی موجودگی کی اطلاع ملی۔ انھوں نے وہاں چھاپہ مار کر سنبھاجی مہاراج کو گرفتار کرلیا۔ بادشاہ کے سامنے لائے جانے کے بعد سنبھاجی مہاراج نہایت بے باکی سے پیش آئے۔ پھر بادشاہ کے حکم سے ۱۱/ مارچ ۱۶۸۹ء کو انھیں سزائے موت دے دی گئی۔ مراٹھوں کے اس چھترپتی نے بڑی خودداری اور صبر وتحمل سے موت کو گلے لگا لیا۔ ان کی قربانی سے تحریک پا کر مراٹھوں نے مغلوں کے خلاف جنگ میں شدت پیدا کردی۔

چھترپتی راجارام

مہاراج : راجا رام مہاراج شیواجی مہاراج کے دوسرے بیٹے تھے۔ وہ ۲۴/ فروری ۱۶۷۰ء کو قلعہ رائے گڑھ میں پیدا ہوئے تھے۔ سنبھاجی مہاراج کی موت کے بعد انھیں چھترپتی بنایا گیا۔ اورنگ زیب کو محسوس ہونے لگا کہ اب مراٹھوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا خواب پورا ہوسکتا ہے۔ اس لیے انھوں نے رائے گڑھ کے قلعے کا محاصرہ کرنے کے لیے ذوالفقار خان کو روانہ کیا۔ اس وقت راجارام مہاراج، ان کی بیوی مہارانی تارا بائی، سنبھاجی مہاراج کی بیوی یسوبائی اور بیٹا شاہو رائے گڑھ قلعے میں ہی تھے۔ ان سب کا ایک ہی جگہ ہونا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن یسوبائی نے اس موقع پر بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے کسی بھی حالت میں مغلوں کے قبضے میں نہ جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے رائے گڑھ قلعے پر کچھ اہم سیاسی فیصلے کیے جن کے مطابق یہ طے پایا کہ راجارام مہاراج رائے گڑھ کے محاصرے سے باہر نکل جائیں اور ضرورت پڑنے پر دور دراز کے مقام جنجی چلے جائیں۔ اسی طرح یہ بھی طے کیا گیا کہ مہارانی یسوبائی اپنی قیادت میں رائے گڑھ کی لڑائی جاری رکھیں۔ یسوبائی نے اپنے بیٹے کو چھترپتی نہ بناتے ہوئے راجا رام کو چھترپتی بنانے کا فیصلہ کیا۔ ان کا یہ فیصلہ سوراج سے ان کی محبت اور اپنے مفاد کی قربانی کی عمدہ مثال ہے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے مراٹھوں کے چھترپتی کی حفاظت کو ترجیح دی۔

چھترپتی راجارام مہاراج

آئیے، تلاش کریں!

بھارت کے نقشے میں جنجی تلاش کیجیے۔

راجارام مہاراج کا جنجی کی طرف کوچ :

۵/ اپریل ۱۶۸۹ء کو راجا رام مہاراج اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ رائے گڑھ کا محاصرہ توڑ کر نکل جانے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے جنوبی بھارت میں جنجی جانے کا فیصلہ کیا۔ جنجی کا قلعہ نہایت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر تھا۔ مغلوں کے لیے اس قلعے پر قبضہ کرنا آسان نہ تھا۔ راجارام مہاراج اپنے بھروسے مند ساتھیوں پرلھاد نراجی، کھنڈو بلّاڑ اور روپاجی بھونسلے وغیرہ کے ساتھ جنجی پہنچ گئے۔

مراٹھوں کی پیش رفت:

مغل طاقت کے سامنے رائے گڑھ کو طویل مدت تک بچا پانا مشکل تھا۔ نومبر ۱۶۸۹ء میں مغلوں نے رائے گڑھ پر قبضہ کرلیا اور مہارانی یسوبائی اور شاہو کو قید کرلیا۔ جنجی جاتے ہوئے راجا رام مہاراج نے مغلوں سے مقابلے کی ذمہ داری رام چند پنت اماتیہ، شنکراجی نارائن سچیو، سنتاجی گھورپڑے اور دھناجی جادھو کو سونپی تھی۔

مراٹھوں کے لیے یہ ہنگامی حالات تھے۔ اورنگ زیب نے مراٹھا سرداروں کو وطن اور جاگیریں دے کر اپنی طرف کرلیا تھا۔ راجا رام مہاراج نے مغلوں کو مات دینے کے لیے وہی چال چلی۔ انھوں نے اطمینان دلایا کہ جو سردار مغل علاقہ جیتے گا اسے وہ علاقہ بطور جاگیر بخش دیا جائے گا۔ اس اطمینان دلانے کے بعد کئی بہادر سردار سامنے آئے۔ انھوں نے زوردار طریقے سے مغل علاقوں پر حملے کرنا شروع کردیے۔ مغل فوج کو پسپا کردیا۔ اس کام میں دھناجی اور سنتاجی پیش پیش تھے۔ ان کے غیر متوقع حملوں اور جنگی چالوں کی وجہ سے مغلوں کے لیے اپنے بھاری بھرکم توپ خانے اور دیگر وسائل کو استعمال کرنا مشکل ہوگیا۔ مراٹھوں نے اپنے قبضے میں زیادہ قلعے، علاقے اور خزانہ نہ ہوتے ہوئے بھی مغلوں کی حالت ابتر کردی۔ ایک مرتبہ تو سنتاجی گھورپڑے اور وٹھوجی چوہان بادشاہ کے خیمے پر اچانک حملہ کرکے اُس پر لگا ہوا سونے کا کلس کاٹ کر لے آئے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

دھناجی سے مغل فوجی اتنا ڈرتے تھے کہ گھوڑا اگر پانی پیتے ہوئے بدک جاتا تو وہ اس سے پوچھتے: کیا تجھے پانی میں دھناجی دِکھائی دیتا ہے؟

جنجی کا محاصرہ:

رائے گڑھ فتح کرنے کے بعد مغل شہنشاہ اورنگ زیب نے ذوالفقار خان کو جنوب میں جنجی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انھوں نے جنجی کا محاصرہ کرلیا۔ مراٹھوں نے جنجی کے قلعے کو تقریباً آٹھ برسوں تک بچائے رکھا۔ سنتاجی اور دھناجی نے محاصرہ کرنے والی مغل فوج پر باہر سے حملے کیے۔ آخرکار راجا رام مہاراج جنجی کے محاصرے کو توڑ کر مہاراشٹر واپس آ گئے۔ اس کے بعد ذوالفقار خان نے جنجی کا قلعہ فتح کرلیا۔

راجا رام مہاراج کی واپسی کی وجہ سے مراٹھوں کے جوش میں اضافہ ہوگیا۔ انھوں نے مغلوں کے قبضے والے خاندیش، برار اور باگلان کے علاقوں پر چڑھائی کردی۔ راجا رام مہاراج نے اپنی ذہانت اور سیاسی بصیرت کے بل بوتے پر سنتاجی اور دھناجی جیسے سیکڑوں مراٹھے تیار کیے تھے اور ان میں سوراج کی حفاظت کا جذبہ پیدا کرکے قابلِ قدر کارنامہ انجام دیا لیکن اس سب کے باوجود ۲/ مارچ ۱۷۰۰ء کو معمولی بیماری کے بعد سینھ گڑھ میں راجا رام مہاراج کی موت ہوگئی۔

راجا رام مہاراج اعلیٰ فکر کے حامل اور لوگوں سے میل جول رکھنے والے نرم دل انسان تھے۔ انھوں نے مراٹھا حکومت کے قابل اور باصلاحیت لوگوں کو جمع کیا۔ ان میں اتحاد اور بیداری پیدا کی۔ سنبھاجی مہاراج کی موت کے بعد تقریباً گیارہ برسوں تک انھوں نے اورنگ زیب کا نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نہایت مشکل حالات میں سوراج کی حفاظت راجا رام مہاراج کا قابلِ قدر کارنامہ ہے۔

'ریاست' کے مصنف جی۔ ایس۔ سردیسائی نے چھترپتی راجارام کا ذکر کرتے ہوئے ان کے لیے 'مستحکم و مضبوط عقل والا' صفت کا استعمال کیا ہے۔ ان کا یہ بیان مکمل طور پر صحیح اور بامعنی ہے۔

آئیے، کرکے دیکھیں!

اپنے قریبی علاقوں میں مختلف النوع قابلِ ذکر کارنامے انجام دینے والی خواتین سے ملاقات کیجیے۔

مہارانی تارابائی:

چھترپتی راجارام مہاراج کی موت کے بعد اورنگ زیب کو محسوس ہوا کہ انھوں نے لڑائی جیت لی ہے لیکن صورتِ حال اس کے برعکس تھی۔ اورنگ زیب یکے بعد دیگرے لڑائیاں جیت

مہارانی تارابائی

رہے تھے لیکن وہ جنگ نہیں جیت پا رہے تھے۔ انتہائی ناسازگار حالات میں سوراج کی قیادت کی ذمہ داری راجارام مہاراج کی بیوی مہارانی تارابائی کے کندھوں پر آن پڑی۔

مغل تاریخ نویس خافی خان نے مہارانی تارابائی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''وہ (تارابائی) ذہین اور ہوشیار تھی۔ فوج کا انتظام اور حکومتی کام کاج کے معاملات میں اس نے اپنے شوہر کی زندگی میں ہی بڑا نام کمایا تھا۔''

چھترپتی راجارام مہاراج کی موت کے بعد مہارانی تارابائی نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے انتہائی ناسازگار حالات میں سوراج کی جدوجہد کو جاری رکھا۔ اورنگ زیب نے مراٹھوں سے ستارا اور پنہالا چھینا تو مراٹھوں نے مغلوں کے مدھیہ پردیش، گجرات کے علاقوں پر حملہ کیا۔ تارابائی نے جنگ کے میدان کا دائرہ وسیع کر دیا۔

کرشنا جی ساونت، کھنڈے راؤ دابھاڑے، دھنا جی جادھو، نیما جی شندے جیسے سردار مہاراشٹر کے باہر مغلوں سے لڑنے لگے۔ اس جنگ میں پانسہ پلٹ جانے کی علامات نظر آنے لگی تھیں۔

مہارانی تارابائی نے سات برسوں تک لڑتے ہوئے اپنی حکومت قائم رکھی۔ سارا کام کاج اپنے ہاتھوں میں رکھ کر سرداروں کو اپنے ساتھ جوڑے رکھا۔ مہاراشٹر، سِرونج، مندسور اور مالوہ تک مراٹھا سردار مغلوں کو ٹکر دینے لگے۔ خافی خان نے لکھا ہے، ''راجارام کی بیوی تارابائی نے بے مثال ہنگامہ کیا جس سے اس کی فوجی قیادت اور فوجی مہم سے متعلق اس کی مہارت کا پتا چلتا ہے۔ اسی وجہ سے مراٹھوں کی ہنگامہ آرائی اور ان کے حملے دن بدن بڑھتے چلے گئے۔''

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہارانی تارابائی نے چھاپہ مار دستے کا نہایت عمدہ طریقے سے استعمال کیا۔ اورنگ زیب کی فوج کے مقابلے میں مراٹھا طاقت نہایت کم تھی۔ اورنگ زیب قلعہ جیتنے کے لیے قلعے کا محاصرہ کر لیتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہوسکا مراٹھے مقابلہ کرتے رہے۔ موسم باراں کے آتے ہی مراٹھا قلعہ دار باغی ہوگیا، ایسا ظاہر کرکے اورنگ زیب سے رشوت لے کر قلعہ انھیں دے دیتے۔ قلعہ دار رشوت کی رقم مراٹھا خزانے میں جمع کر دیتے۔ اورنگ زیب کے قلعہ پر دولت، اناج، گولہ بارود کا ذخیرہ کرتے ہی تارابائی وہ قلعہ دوبارہ حاصل کر لیتیں۔ تارابائی کی اس جنگی چال کا ذکر 'سیف ڈپازٹ لاکر سسٹم' کے طور پر کیا گیا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

تارابائی کا ذکر کرتے ہوئے 'شیو بھارت' کے مصنف پرمانند کے بیٹے شاعر دیودت نے لکھا ہے:

"تارابائی رام رانی / بھدرا کالی غضب ناک ہوئی
دہلی ہوگئی ویران / اس کی چمک کھوگئی
رام رانی بھدر کالی/میدان میں ہوئی غضب ناک
کوششوں کا وقت آیا / مغلو! اب سنبھل جاؤ"

اس طرح مہارانی تارابائی نے چھتری شیواجی مہاراج کے ورثے کو آگے بڑھایا۔

مراٹھوں کے جارحانہ حملوں کی وجہ سے اورنگ زیب پریشان ہوگئے۔ مسلسل پچیس برسوں تک مغل-مراٹھا کشمکش چلتی رہی لیکن مغل مراٹھوں کو زیر نہیں کر پائے۔ اسی حالت میں ۱۷۰۷ء میں شہنشاہ اورنگ زیب کا احمد نگر میں انتقال ہوگیا۔

اورنگ زیب کے انتقال کے ساتھ ہی مراٹھوں کی جنگِ آزادی کا بھی اختتام ہوگیا۔

مراٹھوں کی جنگِ آزادی گویا مغلوں کے اقتدار کی توسیع اور مراٹھوں کے دل میں آزادی کی خواہش کے درمیان مقابلہ تھا جس میں مراٹھوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بعد کے زمانے میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد پیدا ہونے والے سیاسی خلا کو پُر کرنے کے لیے مراٹھے متحرک رہے۔ دہلی کے تخت پر قابو پاتے ہوئے انھوں نے تمام بھارت کا کام کاج دیکھا اور اس کی حفاظت بھی کی۔ اس لیے اٹھارھویں صدی کو مراٹھوں کی صدی مانا جاتا ہے۔ اس صدی میں مراٹھوں کی کارکردگی کی تاریخ کا مطالعہ ہم اگلے اسباق میں کریں گے۔

بھوسلے گھرانے کا شجرہ

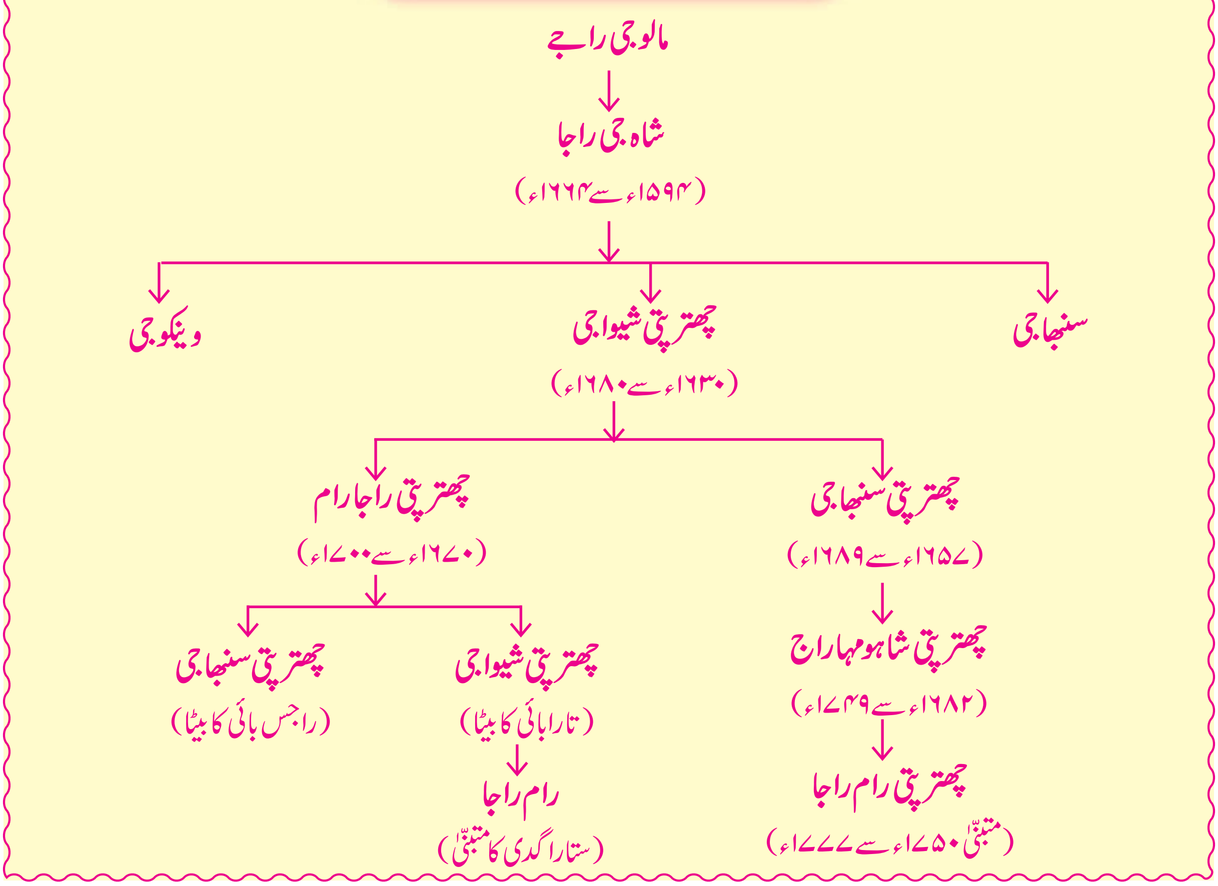

مشق

(ا) مناسب متبادل منتخب کیجیے :

ا۔ اورنگ زیب.........کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے۔
(i) شہزادہ اکبر (ii) چھترپتی سنبھاجی مہاراج
(iii) چھترپتی راجارام مہاراج

۲۔ بادشاہ کے خیمے کا سونے کا کلس کاٹ کر لانے والے
(i) سنتاجی اور دھناجی
(ii) سنتاجی گھورپڑے اور وٹھوجی چوہان
(iii) کھنڈو بلّاڑ اور روپاجی بھونسلے

۳۔ گوا کی لڑائی میں بہادری دِکھانے والا
(i) یساجی کنک (ii) نیماجی شندے
(iii) پرلھادنراجی

(۲) سبق سے تلاش کرکے لکھیے :

ا۔ سنبھاجی مہاراج کو جنجیرہ کی مہم ادھوری چھوڑ کر واپس کیوں آنا پڑا؟

۲۔ سنبھاجی مہاراج نے پرتگالیوں کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیوں کیا؟

۳۔ راجارام مہاراج نے جنجی جاتے ہوئے سوراج کی حفاظت کی ذمہ داری کسے سونپی تھی؟

۴۔ مہارانی تارابائی کی بہادری کا ذکر شاعر دیودت نے کن الفاظ میں کیا ہے؟

(۳) وجوہات لکھیے :

ا۔ اورنگ زیب نے اپنا رُخ عادل شاہی اور قطب شاہی کی طرف موڑا۔

۲۔ سنبھاجی کی موت کے بعد مغلوں سے زوردار مقابلہ کرنے کے لیے مراٹھے تیار ہو گئے۔

۳۔ مہارانی یسوبائی کی قیادت میں رائے گڑھ کی مہم چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔

سرگرمی :

بھارت کے نقشے میں گوا، بیجاپور، گولکنڈہ، جنجی، احمد آباد، احمد نگر کے مقامات دِکھایئے۔

***

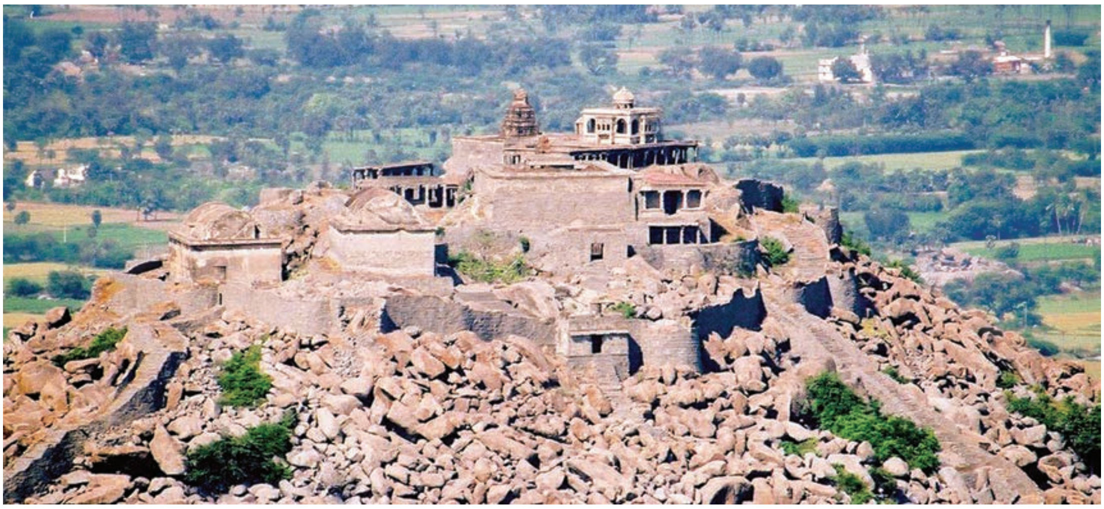

جنجی کا قلعہ

۱۰۔ مراٹھا حکومت کی توسیع

مراٹھوں کی جنگِ آزادی کے آغاز میں مغل حملہ آور تھے اور مراٹھوں کا طرزِ عمل مدافعانہ تھا۔ لیکن آخر میں صورتِ حال بالکل پلٹ گئی۔ مراٹھوں نے چڑھائی اور مغلوں نے بچاؤ کی حکمتِ عملی اپنائی۔ اٹھارھویں صدی کے نصف آخر میں مراٹھوں نے مغل طاقت کو پسپا کر کے تقریباً پورے بھارت میں اپنے اقتدار کو وسعت دی۔ ہم اس سبق میں اسی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔

شاہو مہاراج کی رہائی : شہنشاہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں میں دہلی کی حکومت کے لیے رسہ کشی شروع ہوگئی۔ شہزادہ اعظم شاہ جنوب میں تھے۔ وہ شاہی تخت پر قبضہ کرنے کے لیے بڑی عجلت میں دہلی روانہ ہوئے۔ ولی عہد شاہو ان کے قبضے میں تھے۔ اعظم شاہ کو محسوس ہوا کہ اگر شاہو مہاراج کو چھوڑ دیا جائے تو گدی کے لیے مہارانی تارابائی اور شاہو مہاراج میں جھگڑا ہو جائے گا اور مراٹھا طاقت کمزور ہو جائے گی۔ اس لیے انھوں نے شاہو مہاراج کو چھوڑ دیا۔

شاہو مہاراج کی تاجپوشی: قید سے رہائی ملتے ہی شاہو مہاراج مہاراشٹر واپس آئے۔ کچھ مراٹھا سردار اُن سے آ کر ملے لیکن مہارانی تارابائی نے چھترپتی کے عہدے کے لیے شاہو مہاراج کا حق تسلیم نہیں کیا۔ ضلع پونہ میں بھیما ندی کے کنارے کھیڑ کے مقام پر تارابائی اور شاہو مہاراج کی فوجوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں شاہو مہاراج کو فتح حاصل ہوئی۔ انھوں نے ستارا پر قبضہ کر لیا اور اپنی تاجپوشی کی رسم ادا کروائی۔ ستارا مراٹھا حکومت کی راجدھانی قرار پائی۔

شاہو مہاراج

رانی تارابائی اور شاہو مہاراج کے درمیان کچھ عرصے تک مخالفت چلتی رہی۔ ۱۷۱۰ء میں رانی تارابائی نے پنہالا گڑھ پر اپنے کمسن بیٹے شیواجی (دوم) کو چھترپتی بنانے کا اعلان کر دیا۔ اسی وقت سے مراٹھا شاہی میں ستارا کے علاوہ کولھاپور کی آزاد ریاست وجود میں آئی۔ شاہو مہاراج کی طویل عمر مغلوں کی چھاؤنی میں گزری اس لیے انھیں مغلوں کی سیاست کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ مغلوں اور بالخصوص شمالی بھارت کی سیاست کے داؤ پیچ ان کی سمجھ میں آ گئے تھے۔ مغلوں کی طاقت اور کمزوریوں سے وہ واقف ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مغل دربار کے بااثر لوگوں سے بھی ان کا تعارف ہو چکا تھا۔ بدلتے حالات میں مراٹھوں کی سیاست کا رخ طے کرنے میں ان سب باتوں کا بہت فائدہ ہوا۔

مراٹھوں کی حکومت کے خاتمے کی اورنگ زیب کی حکمتِ عملی سے ان کے وارث منحرف ہو گئے تھے۔ اس لیے مراٹھوں نے مغل طاقت کی حفاظت کر کے مراٹھا قوت میں توسیع کرنے کی نئی سیاسی حکمتِ عملی اپنا لی تھی۔ نئی عبادت گاہ بنانے سے جو ثواب ملتا ہے وہی ثواب پرانی عبادت گاہ کو دوبارہ تعمیر کرنے سے ملتا ہے۔ یہی اصول مراٹھوں کی اس نئی حکمتِ عملی کی بنیاد تھا۔

مغلوں کو جس طرح شمال مغرب کی جانب سے ایرانی اور افغانی حملوں کا خوف تھا اسی طرح انھیں اپنے آس پاس کے پٹھان، راجپوت، جاٹ، روہیلے جیسی مقامی طاقتوں سے بھی خطرہ تھا۔ اس کے علاوہ دربار میں ہونے والی مقابلہ آرائیاں اور لڑائیاں بھی مغل طاقت کو اندرونی طور پر کمزور کر رہی تھیں۔ اس لیے دہلی دربار کو مراٹھوں کی مدد درکار تھی۔

بالاجی وشوناتھ : مغلوں کی قید سے رہائی کے بعد شاہو مہاراج نے بالاجی وشوناتھ بھٹ کو پیشوا بنایا۔ بالاجی کا تعلق خاص کوکن کے علاقے شری وردھن سے تھا۔ وہ فرض شناس اور تجربہ کار تھا۔ اس نے کئی سرداروں کو اس بات کا یقین دلایا کہ

شاہو مہاراج مراٹھوں کی حکومت کے اصل وارث ہیں۔ پھر اس نے ان سرداروں کو شاہو مہاراج کی خدمت میں روانہ کیا۔

کانھوجی آنگرے مراٹھا بحری بیڑے کا سربراہ تھا۔ اس نے مہارانی تارابائی کی حمایت کی اور شاہو مہاراج کے علاقوں پر حملے کیے جس کی وجہ سے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسے وقت میں انھوں نے بالاجی کو کانھوجی آنگرے کے خلاف روانہ کیا۔ بالاجی نے لڑائی کو ٹال کر سفارت کے ذریعے کانھوجی کو شاہو مہاراج کی حمایت میں کرلیا۔

چوتھائی ، سردیش مُکھی کا پروانہ : مہاراشٹر میں شاہو مہاراج کا تخت مضبوط کرنے کے بعد بالاجی نے شمال کی سیاست کی جانب توجہ دی۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد دہلی دربار میں افراتفری اور انتشار کا ماحول پیدا ہوگیا تھا۔ نفاق اور بدانتظامی پیدا ہوگئی تھی۔ وہاں عبداللہ (حسن) اور حسین علی نامی سیّد برادران کا تسلط قائم ہوگیا تھا۔ ان دونوں کی مدد سے بالاجی نے ۱۷۱۹ء میں مغل بادشاہ سے دکن کے مغل علاقوں میں کچھ جگہوں سے چوتھائی اور کچھ جگہوں سے سردیش مُکھی وصول کرنے کا پروانہ حاصل کیا۔ چوتھائی یعنی محصول کا ایک چوتھائی حصہ اور سردیش مُکھی یعنی دسواں حصّہ۔

باجی راؤ اوّل : بالاجی وشوناتھ کی موت کے بعد شاہو مہاراج نے ۱۷۲۰ء میں اس کے بیٹے باجی راؤ (اوّل) کو پیشوا مقرر کیا۔ اپنی پیشوائی کے بیس برسوں میں اس نے مراٹھا قوت کی توسیع میں اہم کردار ادا کیا۔

باجی راؤ (اوّل)

پال کھیڑ میں نظام کی شکست : مغل بادشاہ فرخ سیر نے نظام الملک کو دکن کا صوبیدار مقرر کیا۔ ۱۷۱۳ء میں نظام نے حیدرآباد میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے مراٹھوں کو دکن میں مغل صوبوں سے چوتھائی اور سردیش مُکھی وصول کرنے کا اختیار دے رکھا تھا۔ نظام نے اس کی مخالفت کی تھی۔ اس نے پونہ پرگنہ کے کچھ حصے جیت لیے۔ باجی راؤ نے نظام کو پسپا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اورنگ آباد سے قریب پال کھیڑ کے مقام پر نظام کو شکست دی۔ تب جا کر نظام نے مراٹھوں کا چوتھائی اور سردیش مُکھی وصول کرنے کا حق تسلیم کیا۔

باجی راؤ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مغل قوت کے کمزور ہوجانے کی وجہ سے شمال میں مراٹھا قوت کی توسیع کے امکانات روشن ہیں۔ شاہو مہاراج نے اس کے خیال کی حمایت کی۔

مالوہ : موجودہ مدھیہ پردیش کا مالوہ مغلوں کے قبضے میں تھا۔ باجی راؤ نے اپنے بھائی چیماجی اپّا کی قیادت میں ملھار راؤ ہولکر، رانوجی شندے اور اُداجی پوار کو مالوہ بھیجا جہاں ان لوگوں نے اپنی فوجی چوکیاں مضبوط کیں۔

بُندیل کھنڈ : موجودہ مدھیہ پردیش اور اُتر پردیش کے صوبوں میں جھانسی، پنّا، ساگر وغیرہ شہروں کے آس پاس کا علاقہ یعنی بندیل کھنڈ۔ بندیل کھنڈ میں راجا چھترسال نے اپنی آزاد حکومت قائم کی تھی۔ الٰہ آباد کے مغل صوبیدار محمد خان بنگش نے بندیل کھنڈ پر حملہ کرکے راجا چھترسال کو شکست دے دی۔ تب چھترسال نے باجی راؤ سے مدد کی درخواست کی۔

باجی راؤ بڑی فوج کے ساتھ بندیل کھنڈ آئے۔ انھوں نے بنگش کو شکست دی۔ چھترسال نے باجی راؤ کی بڑی عزّت افزائی کی۔ اس طرح مراٹھوں نے مالوہ اور بندیل کھنڈ میں اپنی بالادستی قائم کی۔

باجی راؤ نے بادشاہ سے مالوہ کی صوبیداری مانگی۔ بادشاہ نے اس مطالبے کو نامنظور کردیا۔ اس لیے باجی راؤ دہلی پر حملہ کرنے کی نیت سے ۱۷۳۷ء میں دہلی کی سرحد پر پہنچ گیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

چھتر سال نے مدد کے لیے باجی راؤ کو خط لکھا۔ اس خط میں اس نے لکھا:

''جو گت آہ گجیندر کی، وہ گت آئی ہے آج
باجی جان بندیل کی، باجی راکھو لاج

(میری حالت اس ہاتھی کی سی ہے جس کے پاؤں مگرمچھ نے پکڑ رکھے ہیں۔ میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ اب میری لاج رکھنے والا تو ہی ہے۔)

بھوپال کی لڑائی : باجی راؤ کے حملے کی وجہ سے بادشاہ پریشان ہو اُٹھا۔ اس نے دہلی کی حفاظت کے لیے نظام کو بلوالیا۔ نظام ایک بڑی فوج کے ساتھ باجی راؤ کے خلاف چل کر آیا۔ باجی راؤ نے بھوپال میں اسے شکست دی۔ نظام نے بادشاہ سے مراٹھوں کو مالوہ کی صوبیداری کا پروانہ دلوانے کی ہامی بھرلی۔

پرتگالیوں کی شکست : کوکن کی ساحلی پٹی پر وسئی اور تھانہ کے علاقے پرتگالیوں کے قبضے میں تھے۔ پرتگالی اپنی رعایا پر ظلم کرتے تھے۔ باجی راؤ نے پرتگالیوں کو شکست دینے کے لیے اپنے بھائی چیما جی اپّا کو روانہ کیا۔ انھوں نے تھانہ اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کرلیا۔ ۱۷۳۹ء میں انھوں نے وسئی کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ یہ نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ پرتگالیوں کے پاس شاندار توپیں تھیں لیکن چیما جی نے مسلسل محاصرے کے ذریعے پرتگالیوں کو پناہ حاصل کرنے پر مجبور کردیا۔ جس کی وجہ سے وسئی کا قلعہ اور پرتگالیوں کا بہت سا علاقہ مراٹھوں کے قبضے میں آ گیا۔

باجی راؤ کی موت : ایران کے بادشاہ نادرشاہ نے بھارت پر حملہ کردیا۔ اس وقت باجی راؤ شاہو مہاراج کے حکم سے برّی فوج کے ساتھ شمال کی جانب نکلے۔ ان کے برہان پور پہنچنے تک نادرشاہ اور ان کی فوج دہلی سے بڑی دولت سمیٹ کر اپنے وطن واپس لوٹ چکی تھی۔ اپریل ۱۷۴۰ء میں نرمدا ندی کے کنارے راویر کھیڑی کے مقام پر باجی راؤ کی موت ہوگئی۔

باجی راؤ ایک عمدہ سپاہی تھے۔ اپنی بہادری کی بنا پر انھوں نے شمالی بھارت میں مراٹھوں کا تسلط قائم کرنے میں اہم کردار نبھایا اور مراٹھا طاقت کو کل ہند سطح پر ایک مضبوط طاقت کی حیثیت سے مقام دلوایا۔ انھی کے دور میں شندے، ہولکر، پوار اور گائیکواڑ جیسے خاندانوں نے عروج حاصل کیا۔

مشق

(۱) مطلب بتایئے :

۱۔ چوتھائی ....

۲۔ سردیش مکھی ....

(۲) ایک لفظ میں لکھیے :

۱۔ بالاجی کا تعلق خاص کوکن کے اس گاؤں سے تھا ....

۲۔ بندیل کھنڈ پر اس راجا کی حکومت تھی ....

۳۔ انھوں نے پرتگالیوں کو شکست دی ....

۴۔ اس جگہ باجی راؤ کی موت ہوئی ....

(۳) آیئے، لکھیں :

۱۔ کانھوجی آنگرے ۲۔ پال کھیڑ کی لڑائی

۳۔ بالاجی وشوناتھ ۴۔ باجی راؤ اوّل

(۴) وجوہات لکھیے :

۱۔ مراٹھا شاہی میں دو آزاد حکومتیں قائم ہوگئیں۔

۲۔ اعظم شاہ نے شاہو مہاراج کو قید سے آزاد کردیا۔

۳۔ دہلی دربار کو مراٹھوں کی مدد درکار تھی۔

سرگرمی :

مہارانی تارابائی کی سوانح حاصل کر کے ان کی زندگی کے کسی واقعے کو اپنی جماعت میں اداکاری کے ساتھ پیش کیجیے۔

***

۱۱۔ وطن کے محافظ مراٹھے

شاہو مہاراج نے باجی راؤ کی موت کے بعد ان کے بیٹے بالاجی باجی راؤ عرف نانا صاحب کو پیشوائی کی خلعت عطا کی۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد دہلی میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں انھوں نے شمالی بھارت میں مراٹھا طاقت کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانے میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت میں مراٹھوں کے سامنے مشکلات کھڑی کردیں۔ اس سبق میں ہم ان واقعات سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

شمالی بھارت کے حالات :

ایودھیا کے شمال مغرب سے متصل ہمالیہ کے دامن میں جو علاقہ تھا اسے اٹھارہویں صدی میں روہیل کھنڈ کہا جاتا تھا۔ افغانستان سے آنے والے پٹھان یہاں بس گئے تھے۔ انھیں روہیلے کہا جاتا تھا۔ گنگا جمنا ندیوں کے دوآبہ علاقے میں انھوں نے دھوم مچا رکھی تھی۔ ان کی روک تھام کے لیے ایودھیا کے نواب نے مراٹھوں کو دعوت دی۔ مراٹھوں نے ان افغانوں کی سرکوبی کی۔

افغانوں سے مقابلہ :

افغانستان کے بادشاہ احمد شاہ ابدالی کو بھارت کی دولت یہاں کھینچ لائی۔ انھوں نے ۱۷۵۱ء میں پنجاب پر حملہ کیا۔ اس زمانے میں مغل علاقوں میں افراتفری مچی ہوئی تھی جس کی وجہ سے مغلوں کو ابدالی کے حملے کا خوف محسوس ہوتا تھا۔ ایسی حالت میں اپنے تحفظ کے لیے انھیں مراٹھوں سے مدد لینا ضروری محسوس ہوا۔ بادشاہ کو مراٹھوں کی طاقت اور ایمان داری پر بھروسا تھا۔ دہلی کی حفاظت کے لیے مراٹھوں کے علاوہ دوسری کوئی بڑی طاقت میدان میں تھی بھی نہیں۔ اس لیے بادشاہ نے اپریل ۱۷۵۲ء میں مراٹھوں سے ایک معاہدہ کیا جس کے تحت مراٹھوں نے مغلیہ حکومت کو روہیلوں، جاٹوں، راجپوتوں، افغانوں وغیرہ دشمنوں سے بچانا منظور کرلیا۔ بدلے میں مراٹھوں کو نقد رقم دی جانی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں پنجاب، ملتان، راجپوتانہ، سندھ اور روہیل کھنڈ کے علاقوں سے چوتھائی وصول کرنے کا اختیار بھی حاصل ہوا۔ ساتھ ہی انھیں اجمیر اور آگرہ جیسے علاقوں کی صوبیداری بھی دی گئی۔

اس معاہدے کے مطابق چھترپتی کی جانب سے پیشوا نے شندے - ہولکر کی فوجوں کو دہلی کی حفاظت کے لیے روانہ کیا۔ مراٹھوں نے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ یہ خبر ملتے ہی احمد شاہ ابدالی اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔ مراٹھے منزلیں طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ مراٹھوں کی وجہ سے ابدالی کی شکل میں آنے والی مصیبت ٹل گئی اس لیے بادشاہ نے انھیں مغلوں کے صوبوں میں چوتھائی وصول کرنے کا حق دے دیا۔ ان صوبوں میں کابل، قندھار اور پیشاور بھی شامل تھے۔ پہلے یہ صوبے مغلیہ سلطنت کا حصہ تھے۔ اب وہ صوبے ابدالی کے افغانستان میں تھے۔ معاہدے کے مطابق ابدالی سے وہ صوبے جیت کر مغلیہ حکومت میں شامل کرنا مراٹھوں کا فرض تھا۔ جبکہ ابدالی کی خواہش تھی کہ کم از کم پنجاب کا علاقہ افغانوں کے زیر اقتدار لایا جائے۔ اس لیے کبھی نہ کبھی مراٹھوں اور ابدالی کا ٹکراؤ اٹل تھا۔

پیشوا نانا صاحب

نانا صاحب پیشوا کے بھائی رگھوناتھ راؤ، جیاپّا شندے اور ملہار راؤ ہولکر کو اپنے ساتھ لے کر شمالی بھارت میں ابدالی سے مقابلہ کرنے کی مہم پر نکلے۔ شمالی ہند کے مقامی حکمرانوں کے زاویۂ نگاہ سے جنوب سے آئے مراٹھے ان کی مقابل قوت تھے۔ مراٹھوں

کے وسیع نظریے کو نہ سمجھتے ہوئے یہ لوگ ان کی مدد کرنے کی بجائے غیر جانبدار رہے۔ دہلی کے دربار میں مراٹھوں کی بالا دستی اور مداخلت شمالی بھارت کے مقامی حکمرانوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی لیکن سورج مل جاٹ اور رانی کشوری نے پانی پت کی لڑائی میں زخمی مراٹھوں کی مدد کی۔

اسی طرح شمال میں چند شدت پسند مراٹھوں کو بیرونی حملہ آور محسوس کرتے تھے۔ وہ بھی مراٹھوں کے وسیع نظریے کو سمجھنے سے قاصر رہے اور مراٹھوں کی بالادستی کو ختم کرنے کے لیے ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ اُنھیں اُمید تھی کہ ابدالی مراٹھوں کو شکست دے کر انھیں جنوب میں نرمدا پار کھدیڑنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

اٹک پر مراٹھوں کا پرچم لہرایا : نجیب خاں روہیلوں کے سردار تھے۔ شمالی ہند میں مراٹھوں کی بالا دستی ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ نجیب خان کے کہنے پر احمد شاہ ابدالی نے بھارت پر دوبارہ حملہ کیا۔ بھارت پر یہ ان کا پانچواں حملہ تھا۔ انھوں نے دہلی فتح کرلی۔ یہاں کی دولت سمیٹ کر وہ افغانستان لے گئے۔ رگھوناتھ راؤ اور ملھار راؤ ہولکر دوبارہ شمالی بھارت پہنچے۔ انھوں نے دہلی پر قبضہ کرکے پنجاب سے ابدالی کے افسران کو نکال باہر کیا۔ ابدالی کے فوجیوں کا پیچھا کرتے ہوئے مراٹھے ۱۷۵۸ء میں اٹک تک جا پہنچے۔ اٹک کا علاقہ موجودہ پاکستان میں ہے۔ اٹک پر انھوں نے مراٹھا پرچم لہرا دیا۔ اس کے بعد مراٹھوں نے اٹک سے آگے پیشاور پر حملہ کرنے کی ٹھانی لیکن وہ اپنے قبضے میں آنے والے علاقوں کا انتظام ٹھیک طرح سے نہیں کر پائے۔

دتا جی کی بہادری : پنجاب پر اپنی پکڑ مضبوط کرنے اور نجیب خان کو شکست دینے کے لیے پیشوا نے دتّا جی شندے اور جنکوجی شندے کو شمالی بھارت کی طرف روانہ کیا۔ دتا جی شمال کی طرف گئے۔ نجیب خان نے دتّا جی کو بات چیت میں اُلجھا لیا اور احمد شاہ ابدالی سے اپنی مدد کی درخواست کی۔ نجیب خان کا پیغام ملتے ہی ابدالی پھر بھارت آن پہنچے۔ احمد شاہ ابدالی اور دتّا جی جمنا کے براڑی گھاٹ پر آمنے سامنے آ گئے۔ زوردار لڑائی ہوئی۔ دتّا جی نے غیر معمولی بہادری دکھائی لیکن اس لڑائی میں وہ کام آ گئے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

دتّا جی نے جم کر بہادری دِکھائی لیکن آخر کار وہ زخمی ہو کر میدانِ جنگ میں گر پڑے۔ نجیب خان روہیلا کے مشیر قطب شاہ اپنے ہاتھی سے اُتر کر زخمی دتا جی کے قریب آئے۔ انھوں نے دتّا جی سے پوچھا ''کیوں پٹیل جی! ہمارے ساتھ تم اور بھی لڑو گے؟'' دتا جی زخمی حالت میں تھے لیکن قطب شاہ کے الفاظ سنتے ہی انھوں نے پُرعزم جواب دیا، ''ہاں، بچیں گے تو اور بھی لڑیں گے۔''

سداشیو راؤ بھاؤ : احمد شاہ ابدالی کو شکست دینے کے لیے نانا صاحب نے اپنے چچیرے بھائی سداشیو راؤ بھاؤ اور بڑے بیٹے وشواس راؤ کو شمال کی طرف روانہ کیا۔ سداشیو راؤ، چیما جی اپّا کے بیٹے تھے۔ ان کے ساتھ ایک بڑی فوج اور بڑا توپ خانہ تھا۔ ابراہیم خان گاردی ان کے توپ خانے کے سربراہ تھے۔ اس توپ خانے کے بل بوتے پر انھوں نے ۱۷۶۰ء میں لاتور ضلع کے اُدگیر کی لڑائی میں نظام کو شکست دی تھی۔

سداشیو راؤ بھاؤ

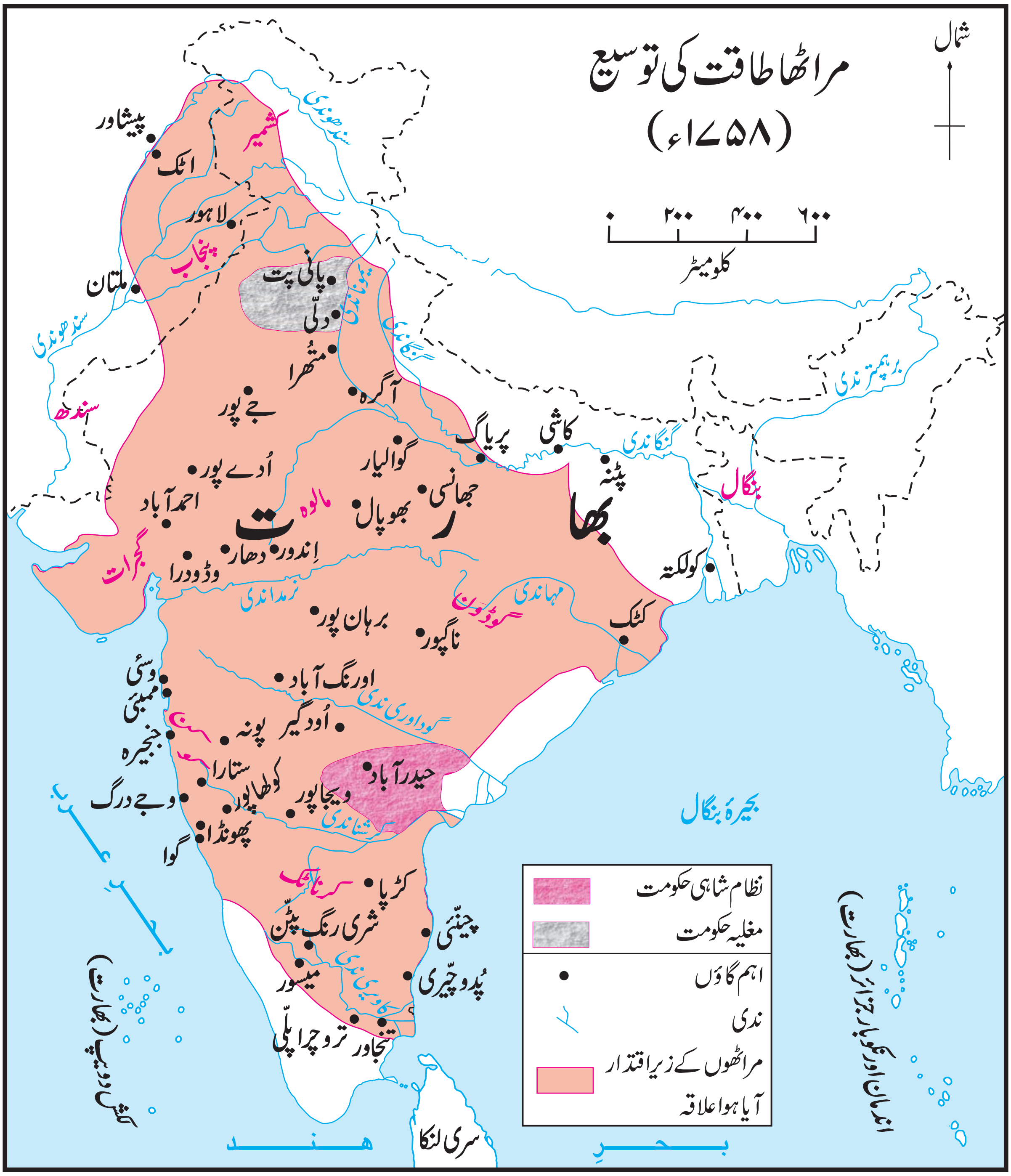

پانی پت کی جنگ : شمال کی مہم کے دوران سداشیو راؤ بھاؤ نے دہلی پر فتح حاصل کرلی۔ اس کے بعد مراٹھا فوج اور ابدالی کی فوج پانی پت کے میدان میں آمنے سامنے آئی۔ ۱۴/ جنوری ۱۷۶۱ء کو مراٹھوں نے ابدالی پر حملہ کرکے لڑائی کا آغاز کیا۔ یہ پانی پت کی تیسری جنگ تھی۔ جنگ میں وشواس راؤ بندوق کی گولی لگنے سے مارے گئے۔ سداشیو راؤ کو یہ بات معلوم ہوتے ہی وہ بے قابو ہوکر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ جنگ کی افراتفری میں وہ کہیں کھو سے گئے۔ اپنے سپہ سالار کو میدان میں نہ پاکر مراٹھا فوج کی ہمت کمزور ہوگئی۔ اسی دوران ابدالی کی محفوظ اور تازہ دم فوج نے مراٹھوں پر زوردار حملہ کیا۔ مراٹھوں کو شکست ہوگئی۔ مہاراشٹر کی ایک مکمل نوجوان نسل ختم ہوگئی۔ بے شمار بہادر سرداروں نے اپنی جان گنوادیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پانی پت کی جنگ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ لوگ مارے گئے۔ ایک خط کا علامتی بیان کچھ یوں ہے:

"دو موتی برباد ہوگئے، ستائیس مہریں گم ہوگئیں اور روپے اور خُردہ (ریزگاری) کتنا ضائع ہوا اس کا کوئی شمار ہی نہیں۔"

غیر ملکی ابدالی کو یہاں حکومت کرنے کا کوئی اخلاق حق نہیں اس نقطۂ نظر کے تحت مراٹھے ابدالی سے لڑے۔ سداشیوراؤ بھاؤ نے شمالی بھارت کے تمام مقامی حکمرانوں کو خط لکھ کر سمجھانے کی کوشش کی کہ آخر ہم سب ایک ہی ملک کے باسی ہیں اور ابدالی بیرونی حملہ آور ہے۔ لیکن انھیں موافق تائید حاصل نہیں ہوئی۔ دیگر مقامی حکمراں مراٹھوں کی حمایت نہ کرنے پر اٹل رہے۔ فطری طور پر بھارت کے تحفّظ کی ذمہ داری تنہا مراٹھوں پر آن پڑی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلے مراٹھوں ہی نے یہ تصور پیش کیا کہ بھارت ایک ملک ہے اور اس کا راجا کسی بھی مذہب کا ہو، تمام لوگوں نے اس کی حمایت کرنا چاہیے۔

پیشوا مادھوراؤ : نانا صاحب پیشوا کی موت کے بعد ان کا بیٹا مادھوراؤ پیشوا بنا۔ مادھوراؤ نے اپنے دور میں نظام اور حیدر علی کو قابو میں کیا۔ انھوں نے شمال میں مراٹھوں کا تسلط دوبارہ قائم کیا۔

پیشوا مادھوراؤ

پانی پت میں مراٹھوں کی شکست کے بعد نظام نے دوبارہ ان کی مخالفت میں کارروائیاں شروع کردیں۔ اُنھوں نے مراٹھا علاقوں پر حملہ کیا لیکن مادھوراؤ نے پیٹھن کے قریب راکشس بُھوَن کے مقام پر انھیں شکست دے دی۔

حیدر علی میسور کے سلطان تھے۔ پانی پت کی جنگ میں مراٹھوں کی شکست کا فائدہ اُٹھا کر انھوں نے کرناٹک میں مراٹھوں کے علاقوں پر حملے کیے لیکن مراٹھوں نے سری رنگا پٹن کے قریب موتی تالاب کے مقام پر انھیں شکست دے دی۔ اس کے بعد حیدر علی نے تنگ بھدرا ندی کے شمالی علاقے مراٹھوں کے حوالے کرنا منظور کرلیا۔

۱۷۷۲ء میں مادھوراؤ کی موت ہوگئی۔ مراٹھوں کی تاریخ میں ایک ایمان دار، محنتی، دُھن کا پکا اور رعایا کی فلاح چاہنے والا حاکم کے طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس فرض شناس پیشوا کی موت کی وجہ سے مراٹھوں کی سلطنت کا بے حد نقصان ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پیشوا مادھوراؤ نے کسانوں کی فلاح و بہبود پر خصوصی توجہ دی۔ انھوں نے ہی کنویں کھدوا کر پونہ کی پانی کی رسد میں اضافہ کیا۔ ان کے دور میں نانا فرنویس جیسے منتظم اور رام شاستری پربھُونے جیسے انصاف پسند منصف ہوگزرے ہیں۔ رعایا کو انصاف دینے کے لیے انھوں نے انصاف رسانی کے شعبے میں اصلاحات کیں۔ توپیں اور اسلحہ بارود بنانے کے کارخانے قائم کیے۔ سکے ڈھالنے کے لیے ٹکسالوں کا انتظام کیا۔

پیشوا مادھوراؤ کے بعد تخت نشین ہونے والے نارائن راؤ اور سوائی مادھوراؤ، یہ دونوں پیشوائی کے تخت پر زیادہ عرصے تک نہ رہ سکے۔ اس کے علاوہ ان دونوں کے زمانے میں پیشوائی کو گھریلو جھگڑوں نے نگل لیا۔ اٹک پر مراٹھا پرچم لہرانے والا رگھوناتھ راؤ اقتدار کی لالچ میں انگریزوں کی پناہ میں چلا گیا جس کی وجہ سے انگریزوں اور مراٹھوں میں لڑائی ہوئی۔

۱۷۸۲ء میں حیدر علی کا انتقال ہوگیا۔ حیدر علی کے بعد ان

کے بیٹے ٹیپو میسور کے سلطان بنے۔ ٹیپو سلطان ایک قابل جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم اور شاعر بھی تھے۔ اپنی شخصی قابلیت کے زور پر انھوں نے اپنی ریاست کے غلے میں اضافہ کیا۔ انھوں نے فرانسیسیوں سے دوستی کر کے انگریزوں کی بالادستی کو ختم کرنے کی ابتدا کی۔ ۱۷۹۹ء میں انگریزوں سے جنگ کرتے ہوئے وہ شہید ہو گئے۔

مراٹھا اقتدار کی بالادستی کا دوبارہ قیام:

پانی پت کی شکست کے بعد شمالی بھارت میں مراٹھوں کے وقار کو زبردست نقصان پہنچا تھا۔ شمال میں اپنا اقتدار دوبارہ قائم کرنے کے لیے مادھو راؤ نے مہادجی شندے، تکوجی ہولکر، رام چندر کاناڈے اور وِساجی پنت بنی والے جیسے سرداروں کو روانہ کیا۔ مراٹھا فوج نے جاٹ، روہیلے اور راجپوتوں کو شکست دی۔ بادشاہ شاہ عالم کو مراٹھوں نے اپنی پناہ میں لے کر اسے دہلی کے تخت پر بٹھایا۔ شمالی بھارت میں مراٹھوں کی ساکھ دوبارہ قائم ہو گئی۔

پانی پت کی لڑائی میں مراٹھوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔ ابدالی کی فوج نے بھی نقصان اُٹھایا۔ پانی پت کی فتح میں مالی فائدہ زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے ابدالی یا اُن کے وارثوں میں سے کسی نے دوبارہ بھارت پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کی۔ بلکہ اس بات کے پیشِ نظر کہ شمالی بھارت کی سیاسی افراتفری پر قابو پانے کی طاقت صرف مراٹھوں ہی میں ہے، انھوں نے یہ خواہش کی کہ وہاں کی بادشاہی کو مراٹھے ہی سنبھالیں۔ انھوں نے بھائی چارہ قائم کرنے کے لیے پونہ دربار میں اپنا سفیر بھی بھیجا۔ یہ ایک اہم بات ہے کہ مراٹھوں نے پانی پت کی شکست کو ہضم کرتے ہوئے شمالی بھارت کی سیاست میں خود کو دوبارہ مضبوط کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی میں ملھار راؤ ہولکر، اہلیا بائی ہولکر اور مہادجی شندے کا اہم کردار رہا۔

پیشوا خاندان کا شجرہ

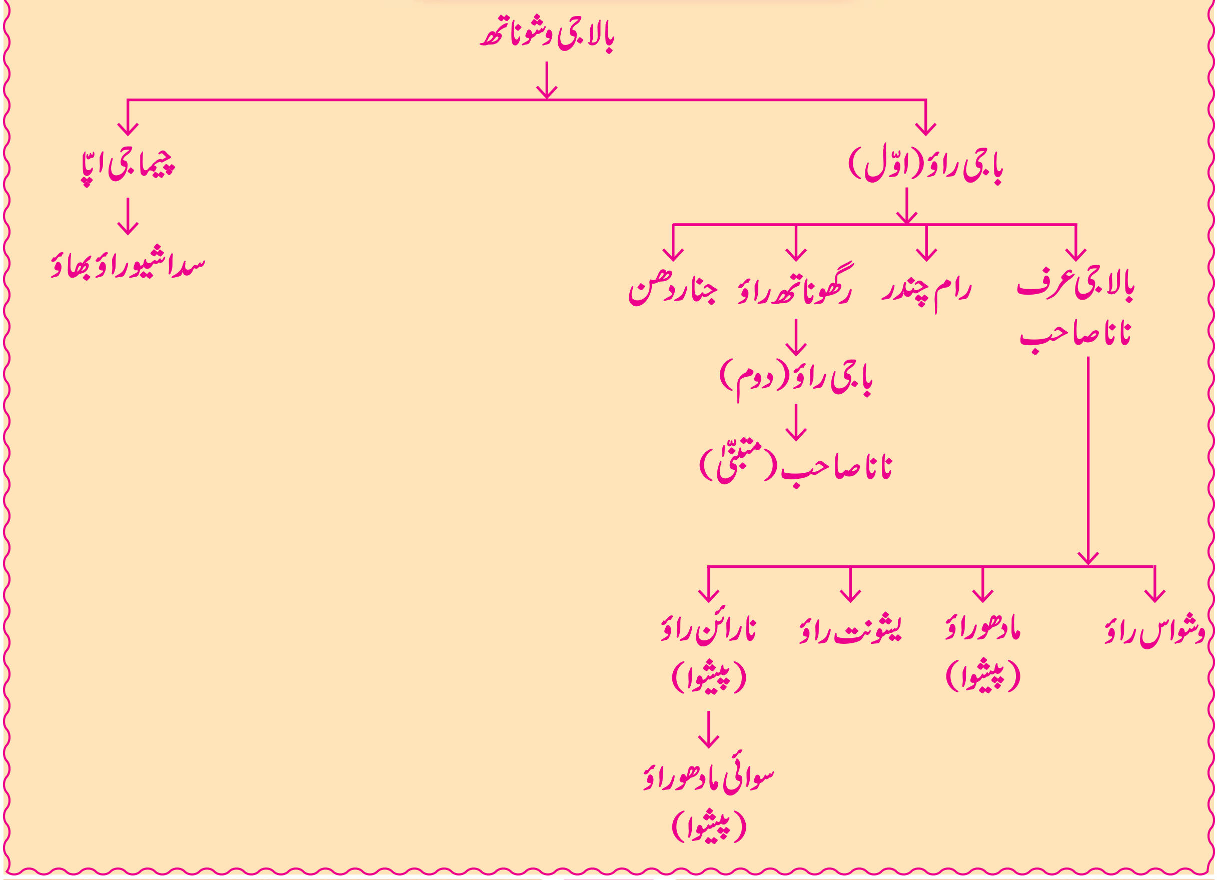

مشق

(۱) پہچانیے کون؟

۱۔ افغانستان سے آنے والے ....

۲۔ ہمالیہ کے دامن میں بس جانے والے ....

۳۔ نانا صاحب پیشوا کا بھائی ....

۴۔ متھرا کے جاٹوں کا سردار ....

۵۔ پیٹھن کے قریب راکشس بُھوَن کے مقام پر نظام کو شکست دینے والا ....

(۲) مختصر نوٹ لکھیے :

۱۔ اٹک پر مراٹھوں کا پرچم لہرایا

۲۔ افغانوں سے لڑائی

۳۔ پانی پت کی لڑائی کا انجام

(۳) زمانی ترتیب میں لکھیے :

۱۔ راکشس بُھوَن کی لڑائی

۲۔ ٹیپو سلطان کا انتقال

۳۔ پیشوا مادھوراؤ کی موت

۴۔ پانی پت کی لڑائی

۵۔ بُراڑی گھاٹ کی لڑائی

(۴) مندرجہ ذیل سے اس سبق میں مذکور شخصیات کے نام تلاش کر کے لکھیے :

ش	ب	ب	ا	ج	ی	ر	ا	و	ر
ا	ح	م	د	ش	ا	ہ	س	ی	گھ
ق	ع	س	و	ر	ج	م	ل	ا	و
ک	ش	و	ر	ی	ن	ج	ی	ب	ن
س	ی	م	چ	ی	م	ا	ج	ی	ا
م	ا	دھ	و	ر	ا	و	خ	ظ	تھ
ٹ	ی	پ	و	س	ل	ط	ا	ن	ڑ

سرگرمی :

انٹرنیٹ کی مدد سے پانی پت کی لڑائی کی معلومات حاصل کر کے اسے اپنی جماعت میں پیش کیجیے۔

***

سوائی مادھوراؤ پیشوا کا دربار

۱۲۔ سامراج کی پیش قدمی

اب تک ہم نے مراٹھا اقتدار کے عروج اور توسیع کا مطالعہ کیا۔ سوراج کے قیام میں سامراج تک کا سفر کیسے طے ہوا اس سے متعلق معلومات حاصل کی۔ اس سبق میں ہم شمالی ہند میں مراٹھوں کے سامراج کی توسیع کے لیے مراٹھا سرداروں نے جو اہم خدمات انجام دیں، ان کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

اندور کے ہولکر : اندور کے ملھار راؤ ہولکر اقتدار کے بانی تھے۔ انھوں نے طویل عرصے تک مراٹھا حکومت کی خدمت کی۔ وہ گوریلا جنگ کے ماہر تھے۔ باجی راؤ اوّل اور نانا صاحب پیشوا کے دور میں انھوں نے شمالی بھارت میں بہادری کے جوہر دِکھائے تھے۔ مالوہ اور راجپوتانہ میں مراٹھوں کی بالادستی قائم کرنے میں ان کا اہم کردار تھا۔ پانی پت کی جنگ کے بعد شمالی بھارت میں مراٹھوں کی شان وشوکت کو دوبارہ جلا بخشنے میں انھوں نے مادھوراؤ پیشوا کی بہت مدد کی تھی۔

ملھار راؤ ہولکر

اہلیا بائی، ملھار راؤ کے بیٹے کھنڈے راؤ کی بیوی تھیں۔ کمبھیر کی لڑائی میں کھنڈے راؤ کی موت واقع ہوگئی۔ کچھ عرصے بعد ملھار راؤ کا بھی انتقال ہوگیا۔

اہلیا بائی ہولکر

اس کے بعد اندور کے انتظامِ حکومت کی ذمہ داری اہلیا بائی کے ہاتھوں میں آ گئی۔ وہ ایک بہترین سفارت کار اور عمدہ منتظم تھیں۔ انھوں نے نئے قانون بنا کر لگان اور محصول کی وصول یابی جیسے معاملات درست کیے۔ انھوں نے غیر مزروعہ زمینوں کو زیرِ کاشت لانے، کسانوں کے لیے کنویں کھدوانے، تالاب تلیّوں کی تعمیر اور صنعت وحرفت کے ارتقا کے لیے بڑی کوششیں کیں۔ بھارت کی چاروں سمتوں میں واقع اہم مذہبی مقامات پر انھوں نے منادر، گھاٹ، خانقاہیں، دھرم شالائیں، پانی کی سبیلیں بنوائیں۔ ملک کے ثقافتی اتحاد کے لیے ان کی کوششیں بہت اہم تھیں۔ وہ خود لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرتی تھیں۔ وہ سخی تھیں اور کتابوں سے محبت کرتی تھیں۔ انھوں نے مسلسل اٹھائیس برس تک بڑے استحکام کے ساتھ حکومت کر کے شمالی بھارت میں مراٹھا اقتدار کے قد کو بلند کیا۔ ریاست میں امن و امان اور نظم و ضبط قائم کر کے رعایا کو خوش حال بنایا۔ مراٹھا شاہی کے زوال کے زمانے میں یشونت راؤ ہولکر نے حکومت بچانے کی کوشش کی۔

ناگپور کے بھوسلے : ناگپور کر بھوسلے خاندان کے پرسوجی بھوسلے کو شاہو مہاراج کے زمانے میں برار (ورہاڑ) اور گونڈوَن کے علاقے بطور جاگیر عطا کیے گئے تھے۔ ناگپور کر بھوسلے خاندان کے رگھوجی راؤ نہایت اہل، باصلاحیت اور بہادر شخص تھے۔ انھوں نے جنوبی بھارت میں ترو چراپلّی اور ارکاٹ کے آس پاس کے علاقوں کو مراٹھا عمل داری کے تحت لانے میں اہم کردار نبھایا۔

رگھوجی بھوسلے

شاہو مہاراج نے بنگال، بہار اور اوڈیشا صوبوں کی چوتھائی

وصول کرنے کے اختیار رگھوجی بھوسلے کو ہی دیے تھے۔ انھوں نے ان علاقوں کو مراٹھوں کے زیر اقتدار کرلیا۔ ۱۷۵۱ء میں ناگپور کر بھوسلوں نے اوڈیشا کا صوبہ علی وردی خان سے جیت لیا تھا جہاں ۱۸۰۳ء تک ان کا تسلط قائم رہا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مراٹھا ڈِچ : کولکاتا کے انگریز ناگپور کر بھوسلوں سے ڈرنے لگے تھے۔ مراٹھوں کے ممکنہ حملوں سے شہر کو بچانے کے لیے انھوں نے شہر کے اردگرد ایک خندق کھودی تھی جو مراٹھا ڈِچ کے نام سے مشہور ہوئی۔

گوالیار کے شندے : بڑے باجی راؤ نے شمالی بھارت میں رانوجی شندے کو ان کی فرض شناسی دیکھ کر سردار مقرر کیا۔ رانوجی کی موت کے بعد ان کے بیٹوں جے اپا، دتّاجی اور مہادجی نے اپنی بہادری سے مراٹھوں کے اقتدار کو مضبوط کیا۔ مادھوراؤ پیشوا نے شندے خاندان کی سرداری مہادجی کو عطا کی۔ مہادجی ایک بہادر اور ماہر سفارت کار تھے۔ پانی پت کی شکست کے بعد شمالی بھارت میں مراٹھوں کی بالا دستی کو دوبارہ قائم کرنے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔ اُن کی سمجھ میں یہ بات آ گئی تھی کہ شمالی بھارت کے ہموار علاقوں میں گوریلا طریقۂ جنگ کارآمد نہیں ہوسکتا۔ اس لیے انھوں نے فرانسیسی فوجی ماہر ڈبائن کی رہنمائی میں اپنی فوج کی تربیت کی اور توپ خانہ سلیقے سے ترتیب دیا۔ اس منظّم فوج کے بل بوتے پر انھوں نے روہیلوں، جاٹوں، راجپوتوں اور بندیلوں کو شکست دی۔ پانی پت کی جنگ کے بعد مراٹھا قوت کو کمزور دیکھ کر

مہادجی شندے

انگریزوں نے دہلی کی سیاست میں حصہ لینا شروع کردیا۔ انھوں نے صوبۂ بنگال کے سول (غیر فوجی) معاملات کے اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ ان کی خواہش تھی کہ دہلی کے بادشاہ کو اپنے قابو میں کرلیں۔ ان مخالف اور ناسازگار حالات میں مہادجی شندے نے انگریزوں کو شکست دے کر بادشاہ کو دوبارہ دہلی کے تخت پر بٹھایا۔ اُن کے کارنامے سے خوش ہوکر بادشاہ نے انھیں ’وکیل مطلق‘ کا عہدہ بخشا جس کے تحت انھیں شہری اور فوجی اختیارات حاصل ہوئے۔ انھوں نے کمسن پیشوا سوائی مادھوراؤ کی جانب سے یہ عہدہ قبول کیا۔ اس عہدے کی وجہ سے دہلی کی بادشاہت مکمل طور پر ان کے زیر اثر آ گئی۔ ڈوبتی ہوئی بادشاہت کو سنبھالنا آسان نہ تھا۔ مہادجی نے انتہائی ناسازگار حالات کے باوجود بڑے عزم و استقلال کے ساتھ ۱۷۸۴ء سے ۱۷۹۴ء تک دہلی کے کام کاج کو سنبھالا۔

نجیب خان کے وارث جو پانی پت کی لڑائی کے ذمہ دار تھے اب بھی روہیل کھنڈ میں شورشیں بلند کررہے تھے۔ نجیب خان کے نواسے غلام قادر نے لال قلعے پر قبضہ کرکے پیسوں کے لیے بادشاہ اور ملکہ کو ایذائیں پہنچائیں۔ بادشاہ کی آنکھیں نکلوا لیں اور خزانہ ہتھیا لیا۔ ایسی حالت میں مہادجی نے غلام قادر کو شکست دی اور لوٹا ہوا خزانہ اس سے واپس لے کر بادشاہ کے حوالے کیا۔ بادشاہ کو دوبارہ دہلی کے تخت پر بٹھایا۔ اس طرح مہادجی نے پانی پت کی لڑائی کے بعد مراٹھوں کے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کیا۔ دہلی کے بادشاہ کو مراٹھوں کے زیرنگیں کرکے بھارت کے سیاسی کاروبار کو انجام دیا۔

پیشواؤں کی گھریلو رنجشوں کی وجہ سے رگھوناتھ راؤ انگریزوں کی گود میں جا بیٹھا تھا۔ اس کا ارادہ انگریزوں کی مدد سے پیشوائی کا عہدہ حاصل کرنا تھا۔ مراٹھا سفارت کاروں کو یہ منظور نہ تھا۔ اس لیے مراٹھوں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی یقینی تھی لیکن اس صورت حال سے یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ دو بڑی طاقتوں یعنی مراٹھوں اور انگریزوں کے درمیان اس تصادم کے نتیجے ہی میں یہ

فیصلہ ہونا تھا کہ بھارت پر حکومت کون کرے گا۔

ممبئی سے انگریز بورگھاٹ کے راستے مراٹھوں پر حملہ آور ہوئے۔ مہادجی شندے کی قیادت میں مراٹھا فوج منظم ہوگئی۔ مراٹھوں نے گوریلا طریقۂ جنگ اختیار کرتے ہوئے انگریزوں کو اناج کی رسد ملنے نہیں دی۔ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا وڑگاؤں کے مقام پر یعنی آج کے پونہ ممبئی راستے پر ہوا۔ اس لڑائی میں انگریزوں کو شکست ہوئی اور انھیں مجبوراً رگھوناتھ راؤ کو مراٹھوں کے حوالے کرنا پڑا۔

۱۸۰۳ء تک دہلی پر مراٹھوں کا تسلط تھا۔ اگر یہ بات سمجھ لی جائے کہ انگریزوں نے مراٹھوں سے لڑ کر بھارت کو فتح کرلیا تو ہمیں مہادجی شندے کے کارناموں کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا۔ دہلی کے اُمورِ سلطنت کا انتظام کرکے وہ پونہ آئے جہاں وانوڑی کے مقام پر ان کی موت ہوگئی۔ اس جگہ ان کی یاد میں ایک چھتری تعمیر کی گئی ہے۔

شندے چھتری، وانوڑی، پونہ

شندے، ہولکر اور بھوسلوں کی طرح چند دیگر اہم سرداروں نے بھی مراٹھا حکومت کی قابلِ ذکر خدمات انجام دیں۔ شیواجی مہاراج کے تعمیر کردہ بحری بیڑے کو باپ بیٹوں یعنی کانھوجی اور تلاجی آنگرے نے مضبوط کیا جس کے بل بوتے پر انھوں نے پرتگالیوں، انگریزوں اور سدّیوں کے بحری بیڑے والے اقتدار پر اپنی دھاک جمادی اور مراٹھا حکومت کے ساحلی حصے کی حفاظت کی۔

سپہ سالار کھنڈے راؤ دابھاڑے اور اس کے بیٹے ترمبک راؤ نے گجرات میں مراٹھا حکومت کی بنیاد رکھی۔ کھنڈے راؤ کی موت کے بعد اس کی بیوی اوما بائی نے احمدآباد میں مغل سردار کو شکست دی۔ وہاں کے قلعے کو فتح کیا۔ اس کے بعد گائیکواڑوں نے گجرات کے وڈودرا کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا۔

مدھیہ پردیش کے دھار اور دیواس کے پواروں نے شمالی بھارت میں مراٹھا اقتدار کی توسیع میں شندے اور ہولکر کو بیش قیمت تعاون دیا۔

مادھو راؤ پیشوا کی موت کے بعد مراٹھوں کی حکومت میں ابتری پھیل گئی تھی۔ نانا فرنویس اور مہادجی شندے نے اس کی شیرازہ بندی کی۔ جس وقت مہادجی شندے شمالی بھارت میں مراٹھوں کا تسلط قائم کرنے میں مصروف تھے، اس دوران نانا فرنویس نے جنوبی بھارت میں سیاست کی کمان سنبھالی۔ اس کام میں پٹوردھن، ہری پنت پھڑکے، راستے جیسے سرداروں نے ان کی مدد کی جس کی وجہ سے جنوبی بھارت میں مراٹھوں کا تسلط قائم ہوا۔ اندور کے ہولکر، ناگپور کے بھوسلے، گوالیار کے شندے، وڈودرا کے گائیکواڑوں نے اپنی شجاعت، قیادت اور صلاحیت جیسے اوصاف کے ذریعے مراٹھا اقتدار کو وقار عطا کیا۔ مراٹھا اقتدار کے آخری مرحلے میں یہ لوگ ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئے۔

نانا فرنویس

شمالی اور جنوبی بھارت میں مراٹھوں کی حکومت قائم کرنے میں مراٹھا سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مہادجی شندے اور نانا فرنویس کی موت کے بعد مراٹھا اقتدار کے زوال کا آغاز ہوگیا۔

اس عہد میں رگھوناتھ راؤ کا بیٹا باجی راؤ دوم پیشوا تھا۔ وہ قائدانہ صلاحیتوں سے عاری تھا۔ اس کے برخلاف اس میں کئی خامیاں

تھیں۔ وہ مراٹھا سرداروں میں اتحاد قائم نہیں کرسکا۔ مراٹھا سرداروں میں پھوٹ پڑنے کی وجہ سے مراٹھوں کی حکومت اندرونی طور پر کھوکھلی ہوتی چلی گئی۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر شمالی اور جنوبی بھارت میں مراٹھوں کا رعب و دبدبہ کم ہوتا گیا اور مراٹھوں کی جگہ انگریزوں نے لے لی۔

انگریزوں نے ۱۸۱۷ء میں پونہ پر قبضہ کرکے وہاں برطانوی پرچم 'یونین جیک' لہرادیا۔ ۱۸۱۸ء میں سولاپور میں آشٹی کے مقام پر انگریزوں نے مراٹھوں کو شکست دی جس کی وجہ سے مراٹھا حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ واقعہ بھارت کی تاریخ میں ایک بڑی تبدیلی کا سبب بنا۔ اس واقعے کے بعد انگریزوں نے بھارت کے اکثر علاقوں کو اپنے ماتحت کرلیا۔ مغربی دنیا کے ساتھ بھارت کے تعلقات میں اضافہ ہوا۔ اسی کے ساتھ بھارت کے انتظامِ معاشرہ میں بھی کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ بہت سی پرانی اور روایتی باتیں دھندلا کر معدوم ہوگئیں۔ ایک بڑی تبدیلی آئی اور بھارت کی تاریخ کا عہدِ وسطیٰ اختتام پذیر ہوا اور ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔

مشق

(۱) ایک لفظ میں لکھیے:

۱۔ اندور کے اُمورِ حکومت کو سنبھالنے والا ....

۲۔ ناگپور کر بھوسلے خاندان کا سب سے زیادہ باصلاحیت اور بہادر شخص ....

۳۔ دہلی کے تخت پر بادشاہ کو دوبارہ بٹھانے والا ....

۴۔ جنوبی بھارت کے سیاسی اُمور کی دیکھ بھال کرنے والا ....

(۲) زمانی ترتیب کے لحاظ سے لکھیے:

۱۔ آشٹی کی لڑائی ۲۔ مراٹھوں کا اوڈیشا پر قبضہ

۳۔ انگریزوں نے پونہ پر یونین جیک لہرایا

(۳) آیئے، لکھیں:

۱۔ اہلیا بائی ہولکر کی خدمات

۲۔ مہادجی شندے کی کارکردگی

۳۔ گجرات میں مراٹھوں کی حکومت

(۴) مراٹھا حکومت کے زوال کے اسباب پر بحث کیجیے۔

سرگرمی:

مراٹھا حکومت کی توسیع کے لیے خدمات انجام دینے والے خاندانوں کے بارے میں تصویروں کے ساتھ معلومات جمع کرکے اپنے اسکول میں نمائش کا انعقاد کیجیے۔

***

شنی وارواڑہ – پونہ

۱۳۔ مہاراشٹر کی سماجی زندگی

چھترپتی شیواجی مہاراج کا قائم کردہ ہندوی سوراج رعایا کی حکومت تھی۔ رعایا کی فلاح و بہبود، ظلم و زیادتی اور ناانصافی کی روک تھام اور مہاراشٹر دھرم کا تحفظ سوراج کے قیام کا اعلیٰ ترین مقصد تھا۔ شیواجی مہاراج کی موت کے بعد بھی پورے بھارت میں مراٹھا حکومت کی توسیع ہوئی۔ مراٹھوں کی حکومت تقریباً ۱۵۰ سال تک قائم رہی۔

ہم نے گزشتہ اسباق میں مراٹھا حکومت کے کام کاج کا مطالعہ کیا۔ اس سبق میں ہم اس عہد کی سماجی حالت اور عوامی زندگی سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

سماجی حالت : زراعت اور زراعت پر مبنی پیشے پیداوار کے اہم ذرائع تھے۔ گاؤں کی حفاظت کی ذمہ داری پاٹل کی اور محصول وصول کرنے کی ذمہ داری کلکرنی کی ہوا کرتی تھی۔ پاٹل کو اس کی خدمت کے عوض زمین انعام میں دی جاتی تھی اور محصول میں سے کچھ حصہ بھی دیا جاتا تھا۔ بلوتے داروں کو ان کاموں کا مبادلہ اشیا اور اجناس کی شکل میں دیا جاتا تھا۔ دیہاتوں میں پیشے دو حصوں میں بٹے ہوئے تھے ; سیاہ اور سفید۔ سیاہ پیشے والے کسان اور سفید کام کرنے والے سفید پیشی کہلاتے تھے۔ گاؤں کے تمام معاملات آپسی سمجھ بوجھ سے انجام دینے اور متحدہ خاندان کے نظام پر کافی زور دیا جاتا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

گاؤں میں لوہار، بڑھئی، کمہار، سنار وغیرہ بارہ بلوتے دار ہوا کرتے تھے۔ یہ بلوتے دار مبادلہ کاری کا کام کیا کرتے تھے۔

رسم و رواج : اس عہد میں بچپن کی شادی (بال وِواہ) کی رسم رائج تھی۔ ایک سے زیادہ بیویوں (کثیر الازدواجی) کا رواج تھا۔ بیواؤں کی دوبارہ شادی کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ مرنے کے بعد انسان کے جسم کی تجہیز و تکفین، تدفین اور ڈبونے کا طریقہ تھا۔ چھوٹی موٹی باتوں یا لڑائیوں کے آغاز کے لیے مہورت نکالا جاتا تھا۔ خوابوں اور شگونوں پر لوگوں کا یقین تھا۔ کسی دیوتا یا سیّارے کا عذاب نازل نہ ہو اس لیے اس کی عبادت کی جاتی اور خیر خیرات کی جاتی تھی۔ علم نجوم پر لوگوں کا بھروسا تھا۔ سائنسی طرزِ فکر کی کمی تھی اور علاج سے زیادہ تعویذ گنڈوں کو اہمیت حاصل تھی۔

رہن سہن : لوگوں کی اکثریت دیہاتوں میں رہا کرتی تھی۔ دیہات خود کفیل ہوا کرتے تھے۔ صرف نمک دوسرے مقاموں سے درآمد کیا جاتا تھا۔ کسانوں کی ضروریات محدود تھیں۔ کسان اپنے کھیتوں میں گیہوں، جوار، باجرہ، ناچنی، مکئی، چاول وغیرہ کی فصلیں اُگایا کرتے تھے۔ روزمرہ کی غذا میں روٹی، پیاز، چٹنی اور خشک اشیا شامل ہوا کرتی تھیں۔ آپسی کاروبار میں اجناس کے تبادلے کا طریقہ رائج تھا۔ گاؤں میں گھر سادہ اور مٹی اینٹ سے بنائے جاتے تھے۔

شہروں میں ایک منزلہ اور دو منزلہ حویلیاں ہوا کرتی تھیں۔ امیروں کی غذا میں چاول، دال، چپاتی، سبزیاں، کچومر اور دودھ دہی سے تیار کی ہوئی اشیا شامل ہوا کرتی تھیں۔ دھوتی، کُرتا، انگرکھا اور پگڑی مردوں کے لباس ہوا کرتے تھے۔ عورتیں ساڑی چولی پہنا کرتی تھیں۔

تہوار اور تقریبات : لوگ گُڑی پاڑوا، ناگ پنچمی، بیل پولا، دسہرہ، دیوالی، مکر سنکرانت، ہولی، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جیسے تہوار منایا کرتے تھے۔ پیشواؤں کے عہد میں گنیش اُتسو بڑے پیمانے پر منایا جاتا تھا۔ لوگ اسے اپنے گھروں میں مناتے تھے۔ چونکہ پیشوا خود گنیش بھکت تھے اس لیے اس تہوار کو اہمیت حاصل تھی۔ ہر سال بھادرپد چترتھی سے اننت چتردشی تک یہ تقریب جاری رہتی تھی۔

دسہرہ ساڑھے تین مہورتوں میں سے ایک ہونے کی وجہ سے لوگ اپنے اچھے کاموں کا آغاز دسہرہ ہی سے کرتے تھے۔ اسی دن اسلحہ اور ہتھیاروں کی پوجا کی جاتی تھی۔ حد سے تجاوز کیا

جاتا تھا۔ ایک دوسرے کو آپٹا کی پتیاں دی جاتی تھیں۔ دسہرے کے بعد مراٹھے مہم پر نکلتے تھے۔ دیوالی میں بلی پرتیپدا اور بھاؤ بیج خصوصی طور پر منائے جاتے تھے۔ دیہاتوں اور گاوؤں میں جاترائیں منعقد ہوتی تھیں جن میں کُشتیوں کے دنگل ہوا کرتے تھے۔ گُڑی پاڑوا کے دن گڑی (ایک لمبی لکڑی کو کپڑے سے لپیٹ کر اس پر آم کے مور سجا کر سال کے پہلے دن دروازے یا اونچی جگہ باندھتے تھے) بنا کر یہ تہوار منایا جاتا تھا۔ تہواروں کے موقع پر ناچ گانا، دف کی تان پر گیت اور کھیل تماشوں جیسے دل بہلاوے کے پروگرام ہوا کرتے تھے۔ تماشا (ناٹک / ڈراما) تفریح کی ایک مقبولِ عام قسم تھی۔

بیل پولا

تعلیم : اس زمانے میں مدرسوں اور پاٹھ شالاؤں پر مشتمل نظامِ تعلیم رائج تھا۔ لکھنے پڑھنے اور حساب کتاب کرنے کی تعلیم گھر ہی میں دی جاتی تھی۔ کاروبار اور عام معاملات لکھنے کے لیے موڑی رسم الخط کا استعمال ہوتا تھا۔

حمل ونقل : گھاٹ کے راستوں، سڑکوں اور ندیوں پر بنے پلوں کے ذریعے آمد ورفت ہوا کرتی تھی۔ اناج، کپڑے اور اجناس کی حمل ونقل کے لیے بیلوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ندی سے گزرنے کے لیے کشتیوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ خطوط کی ترسیل کا کام اونٹ سواروں اور قاصدوں سے لیا جاتا تھا۔

کھیل کود : اس زمانے میں مختلف کھیل کھیلے جاتے تھے۔ کھیل تفریح اور دل بہلاوے کا ذریعہ تھے۔ کشتی اور فنِ حرب کے مقابلے مقبولِ عام کھیل تھے۔ ڈنڈ بیٹھک، مل کھامب، پہلوانی،

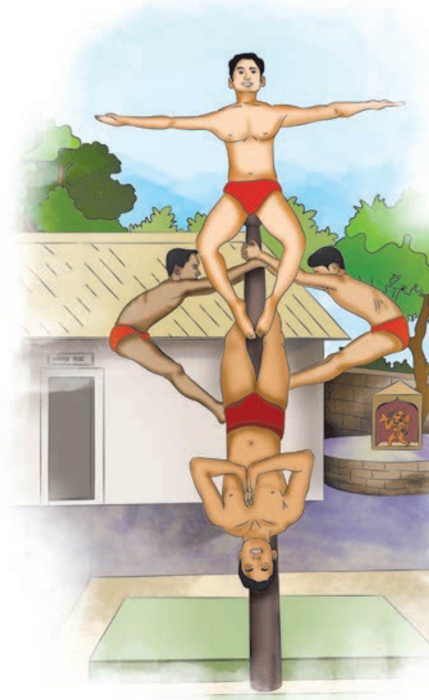

مل کھامب

کشتی، لاٹھی، ڈنڈ پٹّا، عَلم برداری وغیرہ کھیل کھیلے جاتے تھے۔ 'ہوتوتو' (کبڈی) اور کھوکھو جیسے میدانی کھیلوں کے علاوہ چوسر، گنجفہ اور شطرنج جیسے بیٹھ کر کھیلے جانے والے کھیل بھی مقبولِ عام تھے۔

مذاہب اور نظریات : اس زمانے میں ہندو دھرم اور اسلام یہ دو اہم مذاہب تھے۔ شیواجی مہاراج کا مذہبی طرزِ عمل فراخ دلانہ تھا۔ اس زمانے میں ایک عام نظریہ تھا کہ ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنا چاہیے اور دوسروں پر اپنا مذہب تھوپنے کی سختی نہیں کرنا چاہیے۔ پاٹھ شالاؤں، مندروں، دینی مدرسوں اور مسجدوں کو حکومت کی جانب سے عطیے دیے جاتے تھے۔ دونوں مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے تہواروں میں شریک ہوتے تھے۔ وارکری، مہانو بھاوَ، دتّ، ناتھ، رام داسی جیسے فرقے سماج میں رائج تھے۔

عورتوں کی زندگی : اس زمانے میں عورتوں کو محنت کشی کی زندگی گزارنی پڑتی تھی۔ ان کی دنیا میکہ اور سسرال تک ہی محدود ہوا کرتی تھی۔ عورتوں کی تعلیم پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ کچھ مستثنٰی عورتوں نے حرف شناسی، حکومتی انتظام اور جنگی مہارتوں میں ترقی حاصل کی تھی جن میں ویرماتا جیجابائی، یسوبائی، مہارانی تارابائی، اوما بائی دابھاڑے، گوپیکا بائی، پنیہ شلوک، اہلیا بائی

شامل تھیں۔ لڑکپن میں شادی (بال وِواہ)، بے جوڑ شادی، بیوگی، مونڈن (سر کے بال مونڈنے کی رسم)، ستی، کثیرالازدواجی (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے) جیسی کئی رسوم رائج تھیں۔ ان رسوم نے عورتوں کی زندگی کو جکڑ رکھا تھا۔ مجموعی طور پر ان کی زندگی اجیرن تھی۔

۱۶۳۰ء سے ۱۸۱۰ء تک ان پونے دو سو برسوں پر محیط عرصے کو عام طور پر مراٹھا شاہی کہا جاتا ہے۔ اس دور کے مختلف فنون کا مختصر جائزہ لیں گے۔

فنِ تعمیر : شیواجی مہاراج کے عہد میں قصبہ گنپتی مندر کی ازسرِنو تعمیر، لال محل کی تعمیر، قلعہ رائے گڑھ اور راج گڑھ کی تعمیر، بحری قلعوں کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے۔ ہیروجی اِندولکر اس زمانے کا مشہور ماہرِ تعمیرات تھا۔ گاؤں بساتے وقت جہاں تک ممکن ہوتا راستے زاویۂ قائمہ میں بنائے جاتے۔ کنارے پر پتھروں کا تعمیراتی کام ہوتا۔ ندی کے کنارے گھاٹ کی تعمیر ہوتی۔ پیشواؤں کے دور میں بیجاپور اور احمد نگر جیسا پینے کے پانی کا انتظام پونہ شہر میں بھی کیا گیا تھا۔ پیشواؤں نے زیرِ زمین نل، چھوٹے چھوٹے بند، باغیچے، حوض اور فوارے وغیرہ تعمیر کیے۔ پونہ شہر سے نزدیک ہڑپسر کے علاقے دِوے گھاٹ میں مستانی تالاب فنِ تعمیر کے لحاظ سے کافی اہم ہے۔

پونہ کا شنی وار واڑا، وِشرام باغ واڑا، ناشک کا سرکار واڑا، کوپرگاؤں کا رگھوناتھ پیشوا کا واڑا، ستارا کے چھتر پتیوں کے واڑے، ان کے علاوہ وائی، مین ولی، ٹوکے، شری گوندے، پنڈھرپور وغیرہ کے پرانے واڑے عہدِ وسطیٰ کی ثقافت کی علامت ہیں۔

باڑوں کی تعمیر میں کچی اور پکی اینٹوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ لکڑی کے کھمبے، شہتیر، تختے، تراشے ہوئے پتھر، کمانیں، عمدگی سے آمیز کیا ہوا چونا، نالی دار کویلو کی چھت، کیچڑ اور بانس کا استعمال ان تعمیرات میں ہوتا تھا۔ باڑوں کی سجاوٹ اور آرائش کے لیے تصویرکشی، رنگ آمیزی، لکڑی کی نقاشی اور آئینوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔

منادر : شیواجی مہاراج کے عہد کے منادر یادوی عہد کے ہیماڈ پنتی طرز کے ہیں۔ کولھاپور کے امبابائی مندر کا شِکھر (کلس)، جیوتی با کے پہاڑوں پر مندر، شِکھر شنگنا پور کا شمبھو مہادیو، ویرول کے گھرش نیشور کے مندر فنِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہیں۔

پرتاپ گڑھ پر بھوانی دیوی کا مندر اور گوا میں سپت کوٹیشور کا مندر شیواجی مہاراج نے تعمیر کیے۔ پیشواؤں کے دَور میں ناشک میں کالا رام کا مندر، ترمبکیشور کا شیو مندر، گوداوری - پرورا ندیوں کے سنگم پر واقع کائے گاؤں اور ٹوکے میں شیو مندر، نیواسے میں موہنی راج مندر تعمیر کیے گئے۔

گھرش نیشور مندر

گھاٹ : ندی یا ندیوں کے سنگم پر تراشیدہ پتھروں سے تعمیر کردہ گھاٹ مراٹھا شاہی عہد کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اس عہد کے سب سے زیادہ قابلِ دید گھاٹوں میں گوداوری اور پرورا ندیوں کے سنگم پر ٹوکے کا گھاٹ ہے۔

پختہ تعمیر کی ہوئی سیڑھیوں کی قطاریں مقررہ فاصلے پر ایک سیڑھی آگے کی جانب نکالی ہوئی ہوتی تھیں جس کی وجہ سے پورے گھاٹ کا حسن کھل کر سامنے آتا تھا۔ پانی کے بہاؤ کے ساتھ گھاٹ خستہ نہ ہوجائے اس لیے متعینہ فاصلے پر بڑی بڑی برجیاں تعمیر کی جاتی تھیں۔

فنِ مصوری : پیشوائی دور میں شنیوار واڑے کی دیواروں پر بنائی گئی تصویریں بڑی اہم ہیں۔ اسی دور میں راگھو، تاناجی، انوپ راؤ، شیورام، مانکوجی جیسے اہم مصوّر ہوگزرے ہیں۔ سوائی مادھو راؤ پیشوا کے عہد میں گنگا رام تامبٹ ایک نامور مصوّر تھا۔ پیشواؤں نے فنِ مصوری کی حوصلہ افزائی کی۔ پیشواؤں کے عہد میں پونہ، ستارا، مینولی، ناشک، چاندوَڑ اور نپانی کے علاقوں میں

باڑوں کی دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ پانڈیشور، مورگاؤں، پال، بینوڑی، پونہ کے نزدیک پاشان وغیرہ جیسے مقامات کے مندروں کی دیواروں پر تصویریں تھیں۔ اس زمانے میں تصاویر کے موضوعات دس اوتار، گنپتی، شنکر، رام، پنچایتن اور وِدَربھ کے جاموَد کے جین مندر میں جن سوانح، پرانوں کی کہانیاں وغیرہ ہوا کرتے تھے۔ رامائن، مہابھارت، تہوار و تقریب پر مبنی تصویریں ہوتی تھیں۔ پوتھیوں پر کی تصویریں، چھوٹی تصویریں، شخصی تصویریں اور واقعات پر مبنی تصویریں بھی ہوتی تھیں۔

سنگ تراشی : شیواجی مہاراج کے عہد میں شیواجی مہاراج کے کرناٹک حملے کے وقت ملّما دیسائی سے ملاقات کے مجسّمے بھلیشور مندر کی سنگ تراشی، شخصی مجسّمے، جانوروں کے مجسّمے (مثلاً ہاتھی، مور، بندر) ٹوکے کے مندر کے مجسّمے اور اس کے باہری حصوں کی سنگ تراشی، پونہ کا تری شُنڈ گنپتی مندر، مدھیہ پردیش میں اہلیا بائی ہولکر کی چھتری، نیواسے میں موہنی راج مندر کی فنِ سنگ تراشی اہم ہے۔

دھاتی مجسّمے : پیشواؤں نے پونہ کے پروتی کے مندر میں پاروتی اور گنپتی کی مورتیاں پوجا کے لیے تیار کروائی تھیں۔ اسی کے ساتھ لکڑی کی نقاشی والے مجسّمے بھی تیار کروائے جاتے تھے۔

ادب : سنتوں کا ادب، پرانوں کی داستانیں، تنقیدی ادب، شعر، ابھنگ، کتابیں، شعری داستانیں، سوانحی کہانیاں، سنتوں کی سوانح، شاعری، آرتیاں، پواڑے، بکھر، تاریخی خطوط وغیرہ اس زمانے کے ادب کا اہم حصّہ ہوا کرتے تھے۔

فنِ ڈراما / ناٹک : جنوبی بھارت کے تنجاور میں سترھویں صدی کے اواخر سے مراٹھی ناٹکوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ شرپھوجی راجا نے اس فن کی حوصلہ افزائی کی۔ ان ناٹکوں میں گانے اور رقص کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔

اب تک ہم نے عہدِ وسطیٰ کا جائزہ لیا ہے۔ مراٹھوں کے عروج اور ان کی حکومت کی توسیع کا مطالعہ کیا ہے۔ اگلے برس ہم جدید عہد کا مطالعہ کریں گے۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل خاکہ مکمل کیجیے:

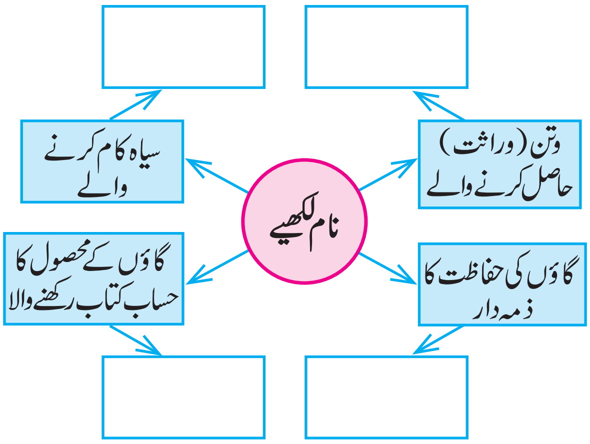

(۲) سماج میں کون سی غلط رسوم رائج ہیں؟ انھیں ختم کرنے کے لیے تدبیریں تجویز کیجیے۔

(۳) آپ کے آس پاس جو تہوار اور تقریبات منائے جاتے ہیں ان کے بارے میں تفصیلی نوٹ لکھیے۔

(۴) مندرجہ ذیل نکات کی مدد سے شیواجی مہاراج کے عہد کی سماجی زندگی اور موجودہ سماجی زندگی کا موازنہ کیجیے۔

نمبر شمار	نکات	شیواجی کے عہد میں سماجی زندگی	موجودہ سماجی زندگی
۱۔	معاملات	....	....
۲۔	گھر	....	سیمنٹ سے تعمیر کردہ پختہ، کانکریٹ کے کثیر منزلہ مکانات
۳۔	آمدورفت	....	بس، ریلوے، ہوائی جہاز
۴۔	تفریح	....	....
۵۔	رسم الخط	....	....

سرگرمی:

اپنے ملک کی باصلاحیت خواتین کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے اور اپنی جماعت میں پڑھ کر سنائیے۔ مثلاً پی۔ وی۔ سندھو، ساکشی ملک، ثانیہ مرزا وغیرہ۔

***

علمِ شہریت

فہرست

ہمارا دستور

نمبر شمار	سبق کا نام	صفحہ نمبر
۱۔	اپنے دستور کا تعارف	٦٣
۲۔	دستور کی تمہید (Preamble)	٦٨
۳۔	دستور کی خصوصیات	٧٢
۴۔	بنیادی حقوق – حصہ ۱	٧٦
۵۔	بنیادی حقوق – حصہ ۲	٨٠
۶۔	رہنما اُصول اور بنیادی فرائض	٨٣

متوقع صلاحیتیں

نمبرشمار	اکائی	صلاحیتیں
۱۔	اپنے دستور کا تعارف	– مجلس دستور ساز کے طریقۂ کار میں مخالف آرا کے احترام کو سمجھنا۔ – دستور کی تیاری میں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی خدمات کی اہمیت کو جاننا۔ – انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارہ جیسی اقدار کی بنیادوں پر نئے سماج کی تعمیر ہی دستور کا مقصد ہے، اس بات کو سمجھنا۔ – جمہوری اقدار پر عمل پیرا ہونا۔
۲۔	دستور کی تمہید	– دستور کی تمہید میں درج اقدار انسانیت پر مبنی ہیں یہ سمجھنا۔ – خودمختاری کے تصور کو سمجھنا۔ – جمہوریت میں حکومتی امور اور عوام کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں، یہ سمجھ لینا۔ – جمہوریت میں اجتماعی طور پر بحث ومباحثہ اور غور وفکر کے ذریعے فیصلے لیے جاتے ہیں، اس بات کو سمجھنا۔
۳۔	دستور کی خصوصیات	– دستور کی خصوصیات کو بیان کر پانا۔ – وفاقی نظام میں حکومت دو سطحوں پر ہوتی ہے، یہ معلوم کرنا۔
۴۔	بنیادی حقوق	– دستور میں درج حقوق کو عدالتی تحفّظ حاصل ہوتا ہے، اس بات کو سمجھنا۔ – ہر سطح کی حکومت پر بنیادی حقوق فراہم کرنا لازم ہوتا ہے، اس کو بیان کر پانا۔ – قانون کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں، اس خیال کو فروغ دینا۔ – بھارت میں مذہبی رنگارنگی کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا۔ – تمام اقلیتوں کو اپنی زبان، رسم الخط اور ادب کے تحفظ کا اختیار حاصل ہے، یہ جان لینا۔ – کسی بھی شہری کو بغیر وجہ نظر بند یا گرفتار نہیں کیا جاسکتا، اس سے متعلق معلومات حاصل کرنا۔
۵۔	رہنما اُصول اور بنیادی فرائض	– رہنما اُصولوں پر مبنی قوانین کی فہرست تیار کرنا۔ – رہنما اُصولوں کو عدالتی تحفّظ حاصل نہیں لیکن اخلاقی طور پر حکومت ان کی پابند ہے، اس بات کو سمجھ لینا۔ – قومی علامات کے تئیں احترام کا جذبہ پروان چڑھانا۔ – ماحولیات کے تحفّظ کے لیے مناسب اقدام کرنے میں پہل کرنا۔ – عورتوں کے لیے احترام کا جذبہ رکھنا۔ – ضعیف الاعتقادی دور کرکے سائنسی رویہ پروان چڑھانا۔ – بھارت کے شہری ہونے کے احساس کو فروغ دینا۔

۱۔ اپنے دستور کا تعارف

آیئے، کچھ اعادہ کرلیں!

گزشتہ جماعتوں کی شہریت کی کتابوں میں ہم نے قوانین کی ضرورت کے بارے میں بہت سی باتیں سمجھ لی ہیں۔ خاندان، اسکول، اپنے گاؤں یا شہر کا کام کاج باقاعدگی اور آسانی سے چلانے کے لیے ہم قوانین اور ضابطوں پر عمل کرتے ہیں۔ ہر خاندان میں قوانین نہیں ہوتے لیکن خاندان کے افراد کو آپس میں کیسے رہنا چاہیے اس کے لیے کچھ ضابطے ہوتے ہیں۔ اسکول میں داخلے، یونیفارم اور پڑھائی کے سلسلے میں قوانین ہوتے ہیں۔ بہت سے مقابلوں کے بھی ضابطے اور قوانین ہوتے ہیں۔ ہمارے گاؤں یا شہر کے معاملات بھی تو قوانین کے مطابق چلتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ملک کے معاملات بھی قوانین کے مطابق چلتے ہیں۔ خاندان، اسکول، گاؤں یا شہر کے قوانین محدود نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن ملک کے قوانین یا ترمیمات (شقیں) وسیع نوعیت کی ہوتی ہیں۔

کیا آپ کے ذہن میں بھی سوالات اُبھرتے ہیں جو سمیر اور سیما کے ذہن میں ہیں؟

- ملک کے معاملات جن قوانین یا ضوابط کے مطابق چلتے ہیں وہ قوانین کہاں درج ہیں؟
- یہ قوانین کون تیار کرتا ہے؟ کیا ان قوانین پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل مواد میں دیکھیے کہ کیا آپ کو ان سوالوں کے جواب ملتے ہیں۔

دستور : مفہوم

ملک کے معاملات سے متعلق قوانین اور ترمیمات یکجا شکل میں جس کتاب میں درج ہوتے ہیں اسے 'دستور' یا 'آئین' کہتے ہیں۔ ملک کے کام کاج سے متعلق قوانین کی تحریری دستاویز یعنی دستور۔ عوام کے ذریعے منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل حکومت یا سرکار تشکیل پاتی ہے۔ حکومت پر لازم ہوتا ہے کہ وہ دستور میں درج قوانین کے مطابق ہی ملک کا کام کاج چلائے۔ دستور میں درج قوانین یا ترمیمات بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ حکومت دستور میں درج قوانین سے ٹکرانے والے دیگر قوانین نہیں بنا سکتی۔ اگر ایسا کیا تو مجلسِ قانون ساز اسے منسوخ کرسکتی ہے۔

دستور کے قوانین کے موضوعات :

دستور میں درج قوانین مختلف موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ مثلاً شہریت، شہریوں کے حقوق، شہریوں اور حکومت کے درمیان تعلقات، حکومت کی قانون سازی کے موضوعات، انتخابات، حکومت کے حدود اور حکومت کے اختیارات وغیرہ۔

دستورِ ہند کے مطابق حکومت کا کام کاج چلانے کے اصول بہت سے ممالک نے اپنائے ہیں۔ اس کے باوجود مختلف ملکوں کے دستور کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے۔ ہر ملک کی اپنی تاریخ، ثقافت، سماجی ڈھانچا اور روایات الگ ہوتی ہیں۔ اسی لحاظ سے ان ملکوں کی ضروریات اور مقاصد متعین ہوتے ہیں۔ ہر ملک اپنی انہی خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا دستور بناتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

امریکہ اور برطانیہ (انگلستان) کی حکومتوں کا کام کاج دستور کے مطابق چلتا ہے لیکن ان دونوں ممالک کے دستور الگ الگ ہیں۔ مثلاً امریکہ کا دستور ۱۷۸۹ء میں نافذ ہوا۔ یہ تحریری شکل میں ہے اور صرف سات نکات پر مشتمل ہے لیکن ۲۲۵ برس گزر جانے کے باوجود امریکہ کا حکومتی کام کاج اسی دستور کے مطابق چلتا ہے۔

برطانیہ کی تاریخ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔حکومتی کام کاج کے قوانین یہاں روایات، رسم ورواج کی شکل میں ملتے ہیں۔اس کے باوجود ان پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ ۱۲۱۵ء میں ہونے والے میگنا کارٹا معاہدے کے بعد سے برطانیہ کا دستور فروغ پاتا گیا۔کچھ تحریری قوانین پر مشتمل ہونے کے باوجود برطانیہ کے دستور کا زیادہ تر حصہ غیر تحریری ہے۔

آیئے،کرکے دیکھیں۔

اپنی پسند کے کسی ایک ملک کے دستور کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات کی مدد سے معلومات حاصل کیجیے:
ملک کا نام ، دستور سازی کا سال، دستور کی کوئی دو خصوصیات۔

دستور کی ضرورت:

دستور میں درج قوانین (شقوں) یا ضابطوں کے مطابق حکومتی کام کاج چلانے کے کئی فائدے ہیں۔

- حکومت کو قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنا کام کاج چلانا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے حاصل حقوق اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے امکانات کم ہوتے ہیں۔
- دستور میں شہریوں کے حقوق اور ان کی آزادیوں کا ذکر ہوتا ہے۔حکومت شہریوں کے ان حقوق کو چھین نہیں سکتی اس لیے ان کے حقوق اور آزادی محفوظ رہتی ہے۔
- دستور کے قوانین کے مطابق حکومت کا کام کاج چلانا قانون کی حکمرانی قائم کرنے جیسا ہے کیونکہ اس میں اقتدار کے ناجائز استعمال یا من مانی کی گنجائش نہیں ہوتی۔
- دستور کے مطابق حکومتی کام کاج کے پیش نظر حکومت پر عام انسان کے اعتبار میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ حکومتی کام کاج میں شریک ہونے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔حکومتی کام کاج میں عام انسان کی بڑھتی ہوئی شمولیت کی وجہ سے جمہوریت مضبوط ہوتی ہے۔
- دستور اپنے ملک کے سامنے کچھ سیاسی مثالیں پیش کرتا ہے۔اس سمت پیش قدمی کرنا اس ملک کے لیے لازم ہوتا ہے جس کی وجہ سے عالمی امن، تحفظ اور انسانی حقوق کی حفاظت کا ماحول تیار ہوتا ہے۔
- دستور میں شہریوں کے فرائض کا تذکرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے شہریوں کی ذمہ داریوں کا بھی تعین ہوجاتا ہے۔

حکومتی امور یعنی کیا؟

حکومتی اُمور میں کن باتوں کا شمار ہوتا ہے؟
ملک کی سرحد کی حفاظت کرنا، بیرونی حملوں سے ملک کی حفاظت کرنے سے لے کر غریبی دور کرنا، روزگار کے مواقع پیدا کرنا، تعلیم اور صحت سے متعلق خدمات، صنعتوں اور کارخانوں کو فروغ دینا، کمزور طبقات کا تحفظ، خواتین، بچوں اور ادی باسیوں کی ترقی کے لیے منصوبہ بندی کرنے تک کے بارے میں حکومت کو قانون سازی کرنا ہوتی ہے۔قوانین پر عمل آوری کے ذریعے سماج میں تبدیلیاں لانا پڑتی ہیں۔مختصر یہ کہ جدید دور میں حکومت کو خلائی تحقیق سے لے کر عوامی صفائی تک کے معاملات میں فیصلے لینے ہوتے ہیں۔اسی کو حکومتی اُمور/ کام کاج کہتے ہیں۔
دستور کا مفہوم اور اس کی ضرورت سمجھ لینے کے بعد اب ہم بھارت کی دستور سازی سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

دستور سازی کا پس منظر : بھارت کی دستور سازی کا کام ۱۹۴۶ء ہی میں شروع ہو چکا تھا۔تحریکِ آزادی کے رہنماؤں کا ماننا تھا کہ آزاد بھارت کا حکومتی کام کاج انگریزوں کے تیار کردہ دستور کے مطابق نہیں بلکہ بھارتیوں کے تیار کردہ دستور کے مطابق چلنا چاہیے۔لہٰذا بھارت کا دستور تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جسے دستور ساز مجلس کہا جاتا ہے۔

دستور ساز مجلس : ہمارا ملک ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوگیا۔اس سے پہلے ہمارے ملک پر انگریز حکومت کرتے تھے۔

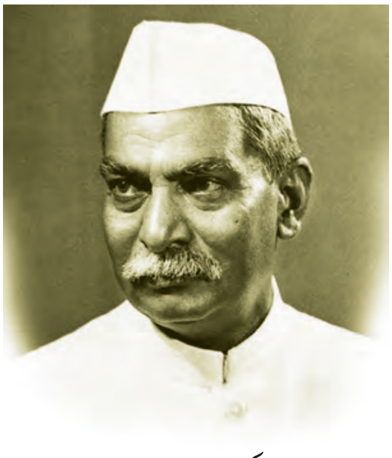

ڈاکٹر راجندر پرساد

انگریزوں نے انتظامی سہولت کے لحاظ سے ملک کو صوبہ بمبئی، صوبہ بنگال اور صوبہ مدراس ؛ ان تین علاقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ان علاقوں کے انتظامی اُمور کی دیکھ بھال عوامی نمائندوں کے ذریعے کی جاتی تھی۔ کچھ علاقوں کے انتظامی اُمور مقامی راجاؤں کے ذمے تھے۔ ایسے علاقوں کو'سنستھان' (خودمختار ریاست) اور ان کے منتظم کو'حکمراں' کہا جاتا تھا۔ دستور ساز مجلس میں ان علاقوں اور خودمختار ریاستوں کے نمائندے شامل تھے۔ دستور ساز مجلس میں کل ۲۹۹/نمائندے تھے۔ ڈاکٹر راجندر پرساد دستور ساز مجلس کے صدر تھے۔

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کی خدمات :

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر دستور ساز مجلس کی مسوّدہ کمیٹی کے صدر تھے۔ انھوں نے مختلف ملکوں کے دستور کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ انھوں نے دن رات سخت محنت اور غور و فکر کے بعد دستور کا مسودہ تیار کیا۔ اس مسودے کو دستور ساز مجلس میں پیش کیا گیا جس کی ہر دفعہ پر سلسلہ وار بحث کی گئی۔ کئی اصلاحات تجویز کی گئیں۔ دستور کے مسودے کو دستور ساز مجلس میں پیش کرنے، اس سے متعلق سوالوں کے جواب دینے، دستور ساز مجلس کے مشوروں کے مطابق مسودے میں تبدیلیاں کرنے اور اسے غلطیوں سے پاک کرنے کا کام ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر نے کیا۔

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر

بھارت کے دستور کی تیاری میں ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کی خدمات کے پیش نظر انھیں بھارت کے'دستور کا معمار' کہا جاتا ہے۔مکمل دستور تحریری طور پر تیار ہونے کے بعد دستور ساز مجلس نے اس کی توثیق کی اور ۲۶/نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ دستور تمام بھارتیوں پر نافذ ہوگیا۔ اسی لیے ۲۶/نومبر کو'یومِ دستور' کے طور پر منایا جاتا ہے۔

کتنا باعثِ فخر واقعہ ہے یہ!

- دستور ساز مجلس میں بحث و مباحثہ اور غور و فکر کے بعد فیصلہ لیا گیا۔ مخالف آرا کا احترام اور ان کی مناسب تجویزوں کو قبول کرنا دستور سازی کے عمل کی خصوصیت تھی۔
- دستور کو مکمل کرنے میں ۲/سال، ۱۱/مہینے اور ۱۷/دن کا عرصہ لگا۔
- بنیادی دستور میں کل ۲۲/آرٹیکل، ۳۹۵ دفعات اور ۸/ شیڈول (ضمیمے) ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ڈاکٹر راجندر پرساد، جواہر لال نہرو، ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر، ولبھ بھائی پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد، سروجنی نائیڈو، جے۔بی۔ کرپلانی، راجکماری امرت کور، درگا بائی دیشمکھ، ہنسا بین مہتا وغیرہ دستور ساز مجلس کے رکن تھے۔ دستور ساز مجلس کے قانونی مشیر کے طور پر ماہر قانون بی۔این۔ راؤ کا تقرر کیا گیا تھا۔

۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء سے دستور میں درج قوانین کے مطابق ہمارے ملک کے حکومتی اُمور چلانے کا آغاز ہوا۔اسی روز بھارت کا جمہوری ملک کے طور پر وجود عمل میں آیا اس لیے ۲۶/جنوری کا دن 'یومِ جمہوریہ' کے طور پر منایا جاتا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو

سردار ولبھ بھائی پٹیل

مولانا ابوالکلام آزاد

سروجنی نائیڈو

آئیے، کر کے دیکھیں۔

کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ کی جماعت کے معاملات قوانین کے مطابق چلیں؟ اس ضمن میں آپ کن قوانین کو شامل کریں گے۔ اپنی جماعت کے لیے قوانین کی فہرست تیار کیجیے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے آبی انتظام، خارجہ تعلقات، ملکی تحفّظ، صحافت، معاشیات اور سماجی انصاف جیسے شعبوں میں بھی خدمات انجام دی ہیں۔

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر بھارت کے دستور کا مسودہ دستور ساز مجلس کے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد کو پیش کرتے ہوئے۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل اصطلاحات کی وضاحت کیجیے۔

۱۔ دستوری ترمیمات (شقیں)

۲۔ یومِ دستور

(۲) بحث کیجیے :

۱۔ دستور ساز مجلس تشکیل دی گئی۔

۲۔ ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کو بھارت کے 'دستور کا معمار' کہا جاتا ہے۔

۳۔ حکومتی اُمور میں شامل موضوعات

(۳) مناسب متبادل تلاش کرکے لکھیے :

۱۔ کس ملک کا دستور مکمل طور پر تحریری شکل میں نہیں ہے؟

(الف) امریکہ (ب) بھارت

(ج) برطانیہ (د) ان میں سے کوئی نہیں

۲۔ دستور ساز مجلس کے صدر کون تھے؟

(الف) ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر

(ب) ڈاکٹر راجندر پرساد

(ج) درگا بائی دیشمکھ

(د) بی۔این۔راؤ

۳۔ مندرجہ ذیل میں سے کون دستور ساز مجلس کے رکن نہیں تھے؟

(الف) مہاتما گاندھی

(ب) مولانا ابوالکلام آزاد

(ج) راجکماری امرت کور

(د) ہنسابین مہتا

۴۔ مسودہ کمیٹی کے صدر کون تھے؟

(الف) ڈاکٹر راجندر پرساد

(ب) سردار ولبھ بھائی پٹیل

(ج) ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر

(د) جے۔بی۔کرِپلانی

(۴) اپنی رائے لکھیے :

۱۔ حکومت کو کن موضوعات پر قانون سازی کرنا ہوتی ہے؟

۲۔ ۲۶ جنوری کو یومِ جمہوریہ کے طور پر کیوں منایا جاتا ہے؟

۳۔ دستوری ترمیمات کے مطابق حکومتی اُمور چلانے کے فائدے لکھیے۔

سرگرمی :

۱۔ دستور ساز مجلس کے لیے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئی تھیں۔ ان کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے اور ان کمیٹیوں کے ناموں کی جدول تیار کرکے ناموں کے ساتھ تصویروں کا البم بنائیے۔

۲۔ آپ کی اسکول میں یومِ جمہوریہ کیسے منایا گیا؟ اس کا احوال تیار کیجیے۔

۳۔ دستور ساز مجلس کے ارکان کی تصویروں کا البم بنائیے۔

***

۲۔ دستور کی تمہید

گزشتہ سبق میں ہم نے پڑھا کہ :

- حکومتی اُمور چلانے کے لیے قوانین واضح کرنے والی دستاویز کو دستور کہا جاتا ہے۔
- دستور ساز مجلس نے بھارت کا دستور تشکیل دیا۔
- دستور کی وجہ سے عوامی نمائندوں کو قوانین کے مطابق ہی حکومتی اُمور چلانا ہوتے ہیں۔

دستور ہمارے ملک کا بنیادی اور اعلیٰ ترین قانون ہے۔کسی بھی قسم کی قانون سازی کے پیچھے کچھ مقاصد ہوتے ہیں۔ان مقاصد کی وضاحت کے بعد ہی تفصیلی طور پر قوانین میں ترمیمات کی جاتی ہیں۔ان مقاصد کی مختصر مگر جامع پیش کش ہی 'تمہید' کہلاتی ہے۔تمہید ہی کو بھارت کے دستور کا 'پیش لفظ' یا 'ابتدائیہ' کہتے ہیں۔تمہید اپنے دستور کے مقاصد کی وضاحت کرتی ہے۔

آئیے، عمل کرکے دیکھیں

دستور کی تمہید کا مطالعہ کیجیے۔ان میں درج الفاظ کی فہرست بنائیے اور بتائیے کہ یہ الفاظ آپ دیگر کن جگہوں پر پڑھتے ہیں۔

ہم سب بھارت کے شہری ہیں۔دستور کی تمہید ہمیں بتاتی ہے کہ ہمیں کس قسم کا ملک درکار ہے۔اس کی اقدار، نظریات اور مقاصد وسیع ہیں۔ہمارا دستور ان مقاصد کے حصول کے طریقوں کی وضاحت کرتا ہے۔

دستور کی تمہید کا آغاز 'ہم بھارت کے عوام' سے ہوتا ہے۔اس میں بھارت کو مقتدر، سماج وادی، غیر مذہبی، عوامی، جمہوریہ بنانے کے عزم کے بارے میں بتایا گیا ہے۔اب ہم تمہید میں شامل اصطلاحوں کا مفہوم سمجھیں گے۔

(۱) مقتدر حکومت :

بھارت پر کافی عرصے تک انگریزوں نے حکومت کی تھی۔ ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور ہمارا ملک آزاد ہوگیا۔بھارت کو خودمختاری حاصل ہوگئی۔ہم اپنے ملک کی ترقی کی خاطر مناسب فیصلے لینے کے لیے آزاد ہیں۔مقتدر کے معنی ہوتے ہیں اقتدار رکھنے والا خودمختار۔

ہماری تحریکِ آزادی کا سب سے اہم مقصد ملک کے لیے خودمختاری حاصل کرنا تھا۔حکومت کرنے کے اعلیٰ ترین اور مکمل اختیار کو 'خودمختاری' کہتے ہیں۔عوام اپنے نمائندے منتخب کرکے انھیں اختیارات کا استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔اپنے ملک کے داخلی قوانین تیار کرنے کا اختیار عوام کو اور عوام کے ذریعے منتخب کردہ حکومت کو ہوتا ہے۔

(۲) سماج وادی حکومت :

سماج وادی ملک یعنی ایسا ملک جہاں امیر اور غریب کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ملک کی دولت پر سب کا یکساں حق ہوتا ہے۔اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ملک کی دولت محض چند ہاتھوں میں جمع ہوکر نہ رہ جائے۔

(۳) غیر مذہبی (سیکولر) حکومت :

دستور کی تمہید میں مذہبی غیر جانب داری کو ہمارا مقصد بتایا گیا ہے۔غیر مذہبی حکومت میں تمام مذاہب کو یکساں مانا جاتا ہے۔کسی بھی مذہب کو ملک کا سرکاری مذہب نہیں مانا جاتا۔عوام کو اپنی پسند کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔عوام میں مذہب کی بنیاد پر بھید بھاؤ نہیں کیا جاتا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مذہبی غیر جانب داری یعنی سیکولرزم کے ذریعے ہم نے سماجی کثیر مذہبیت کے تحفّظ کی کوشش کی ہے۔ دستور نے ہمیں مختلف حقوق دیے ہیں جن کا نامناسب اور ناجائز استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ مذہبی آزادی کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ مذہبی تہوار منانے کے دوران ہمیں صفائی، صحت اور ماحول کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(۴) عوامی حکومت :

عوامی طرزِ حکومت میں حکومتی اُمور اور اقتدار عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ عوام کی خواہش کے مطابق ہی حکومت پالیسیاں بناتی ہے اور فیصلے لیتی ہے۔ حکومت کو عوام کی فلاح کے لیے اہم معاشی اور سماجی فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔ تمام لوگوں کے لیے روزانہ کی بنیاد پر جمع ہوکر ایسے فیصلے لینا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے متعینہ مدت کے بعد انتخابات ہوتے ہیں۔ ان انتخابات میں رائے دہندگان اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ منتخب نمائندے دستور کے ذریعے بنائے ہوئے ایوانوں (پارلیمنٹ، اسمبلی، وغیرہ) کے رکن بنتے ہیں۔ دستور میں بتائے ہوئے عمل کے ذریعے تمام عوام کی جانب سے فیصلے لیے جاتے ہیں۔

(۵) عوامی جمہوریہ :

ہمارے ملک میں عوامی حکومت یعنی جمہوریت کے ساتھ ساتھ جمہوریہ طرزِ حکومت رائج ہے۔ جمہوری طرزِ حکومت میں تمام عوامی عہدوں پر عوام کی جانب سے منتخب لوگ بھیجے جاتے ہیں۔ کوئی بھی عہدہ پشتینی (موروثی) نہیں ہوتا۔

صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، گورنر، وزیر اعلیٰ، میئر، سرپنچ جیسے عہدے عوامی عہدے کہلاتے ہیں۔ ان عہدوں پر مخصوص شرائط پوری کرنے والے بھارت کے شہریوں کو ہی منتخب کیا جاتا ہے۔ شاہی طرزِ حکومت میں یہ عہدے موروثی ہوتے ہیں یعنی خاندان کی ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں۔

بحث کیجیے!

'میرا خاندان' اس عنوان پر ماریہ نے جو لکھا ہے اسے پڑھیے۔

جمہوریت کے معنی صرف انتخابات نہیں ہوتے۔ میرے والدین گھر کے سارے کام مل جل کر کرتے ہیں۔ ان کاموں میں ہمارا بھی حصہ ہوتا ہے۔ ہم آپس میں ممکنہ حد تک بغیر لڑائی جھگڑے کے بات چیت کرتے ہیں۔ اگر کبھی لڑ بھی لیں تو فوراً ایک دوسرے کی بات سنتے ہیں۔ کسی قسم کی تبدیلی کے بارے میں دادا دادی سے بھی مشورہ لیا جاتا ہے۔ فرقان کو زراعت کے مطالعے میں تحقیق کرنا ہے۔ اس کا فیصلہ سب کو پسند آیا۔

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ ماریہ کے گھر میں جمہوری طریقہ رائج ہے؟ اس حصے میں جمہوریت کی کون سی خصوصیات پائی جاتی ہیں؟

دستور کی تمہید کے ذریعے بھارت کے تمام شہریوں کو انصاف، آزادی اور مساوات جیسی قدروں اور ان قدروں کے مطابق عمل کرنے اور قانون سازی کے ذریعے ان قدروں پر عمل پیرا ہونے کی ضمانت دی گئی ہے۔

آیئے ہم ان قدروں کا مفہوم سمجھیں۔

(ا) انصاف :

ناانصافی کو دور کرتے ہوئے تمام شہریوں کو اپنی ترقی کے مواقع فراہم کرنا یعنی انصاف۔ تمام لوگوں کی فلاح کے مدنظر منصوبہ بندی کرنا یعنی انصاف قائم کرنا۔ دستور کی تمہید میں انصاف کی تین اقسام بتائی گئی ہیں۔

(الف) سماجی انصاف : لوگوں میں ذات، مذہب، نسل، زبان، علاقہ، مقامِ پیدائش اور جنس کی بنیاد پر کسی بھی طرح کی تفریق نہ کریں۔ سب کا مقام انسانیت کے ناتے یکساں ہے۔

(ب) معاشی انصاف : بھوک، تغذیہ کی کمی اور فاقہ کشی غریبی اور مفلسی کی دین ہوتی ہیں۔ غریبی دور کرنے کے لیے ہر شخص کو اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے لیے روزگار کے وسائل حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے۔ ہمارے دستور نے ہر شہری کو کسی بھی قسم کے بھید بھاؤ کے بغیر یہ حق دیا ہے۔

(ج) سیاسی انصاف : حکومتی اُمور میں شریک ہونے کا ہر شہری کو یکساں حق حاصل ہے۔ اس لیے ہم نے بالغ رائے دہی کا طریقہ اختیار کیا ہے جس کے مطابق ۱۸/ اور اس سے زیادہ سال کی عمر والے ہر شہری کو رائے دہی کا حق حاصل ہے۔

(۲) آزادی :

آزادی کا مطلب ہوتا ہے کسی بھی قسم کی ناجائز بندش نہ ہونا اور اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے سازگار ماحول کی فراہمی۔ جمہوریت میں شہریوں کو آزادی حاصل ہوتی ہے۔ آزادی کی وجہ سے ہی جمہوریت مضبوط ہوتی ہے۔ اظہارِ خیال کی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ ہر شخص اپنے خیالات اور اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہے۔ خیالات اور نظریات کے تبادلے اور لین دین کی وجہ سے اتحاد اور آپسی تعاون کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم کسی مسئلے کے مختلف پہلوؤں سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

مذہبی آزادی کے تحت شہریوں کو اپنے عقیدے، عبادت اور مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے تہوار منانے، عبادت گاہیں تعمیر کرنے اور عبادت کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔

(۳) مُساوات :

دستور کی تمہید میں شہریوں کو درجے اور مواقع کی مساوات کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ملک کے تمام شہریوں کے ساتھ ذات، مذہب، نسل، جنس، جائے پیدائش وغیرہ کی بنیاد پر تفریق نہ کرتے ہوئے سب کو یکساں اور مساوی درجہ حاصل ہوگا۔ اس میں اونچ نیچ اور اعلیٰ وادنیٰ کی تمیز نہ ہوگی۔

دستور کی تمہید نے 'مواقع کی مساوات' کو بھی اہمیت دی ہے۔ اس کے ذریعے تمام شہریوں کو یکساں طور پر اپنی ترقی کے مواقع فراہم کرتے ہوئے کسی قسم کی تفریق نہیں کی جانی چاہیے۔

بحث کیجیے :

مندرجہ ذیل میں آزادی سے متعلق دو بیانات دیے ہوئے ہیں۔ ان پر بات چیت کیجیے۔

- تہوار مناتے ہوئے ہمیں کچھ قوانین کی پابندی کرنا ہوتی ہے۔ ان قوانین کی وجہ سے ہماری آزادی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- آزادی کے معنی من مانا رویہ نہیں بلکہ ذمہ دارانہ رویہ ہے۔

دستور کی تمہید میں ایک نہایت انوکھے اُصول کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اصول اخوت کے لیے ماحول سازی اور فرد کی عظمت کی برقراری کی ضمانت ہے۔

اخوت (بھائی چارہ) :

دستور سازوں کو یہ احساس تھا کہ انصاف، آزادی اور مساوات کی ضمانت دے دینے سے بھارتی سماج میں مساوات پیدا نہیں ہوگی۔ کتنی ہی قانون سازی کی جائے، جب تک بھارت کے عوام میں اخوت یعنی آپسی بھائی چارہ پیدا نہیں ہوگا ان قوانین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے اخوت کے لیے ماحول سازی کو دستور کی تمہید کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اخوت سے مراد اپنے ملک کے تمام شہریوں کے لیے اپنائیت کا احساس ہے۔ اخوت آپسی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کے مسائل اور مشکلات کے بارے میں اسی احساس کے ساتھ غور وفکر کرتے ہیں۔

اخوت اور فرد کی عظمت ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ فرد

کی عظمت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص انسان کی حیثیت سے وقار اور عزت رکھتا ہے۔ اس کا یہ وقار اس کی ذات، مذہب، نسل، جنس اور زبان کی بنیاد پر طے نہیں ہوتا۔ ہم اپنے لیے دوسروں جیسی عزّت اور وقار چاہتے ہیں ہمیں بھی دوسروں کی ویسی ہی عزت کرنا چاہیے۔

جب ایک شخص کسی دوسرے شخص کی عزّت کر کے اس کی آزادی اور حقوق کا احترام کرے گا تب فرد کی عظمت خود بخود پیدا ہوگی۔ ایسے ماحول میں اخوت کا فروغ ہوگا اور انصاف و مساوات کی قدروں پر مبنی نئے سماج کی تشکیل کا کام آسان ہوجائے گا۔ ہمیں بھارت کے دستور کی تمہید سے ہی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

دستور کی تمہید کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بھارت کے عوام اس دستور کو اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

مشق

(۱) تلاش کر کے لکھیے :

چ	ع	ل	ب	ں	ش	ک	م
ا	و	ر	غ	د	ا	ر	چ
م	ا	خ	و	ت	ش	ع	ظ
ن	م	ل	ت	ر	ض	ن	م
غ	ی	ر	م	ذ	ہ	ب	ی
س	ح	ت	ہ	ر	ل	ن	ی
ا	ک	ڑ	ی	ط	ں	ظ	ب
ر	و	د	د	س	م	ی	ت
ج	م	ا	ر	ح	ا	ن	ہ
ج	ت	ن	ب	د	س	ر	ی

۱۔ ملک کے تمام شہریوں کے لیے اپنائیت کا احساس

۲۔ حکومتی امور اور اقتدار عوام کے ہاتھوں میں ہونا

۳۔ مقاصد کی مختصر مگر جامع پیش کش کو کہتے ہیں

۴۔ تمام مذاہب کو یکساں ماننا

(۲) آیئے لکھیں :

۱۔ غیر مذہبی ملک میں کون سے قوانین ہوتے ہیں؟

۲۔ بالغ طریقۂ رائے دہی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ معاشی انصاف کی وجہ سے شہریوں کو کون سے حقوق حاصل ہوتے ہیں؟

۴۔ سماج میں فرد کی عظمت کا فروغ کیسے ہوگا؟

(۳) ہمیں اپنی آزادی کا استعمال کیسے کرنا چاہیے؟ اپنی رائے لکھیے۔

(۴) درج ذیل اصطلاحات کی وضاحت کیجیے :

۱۔ سماج وادی حکومت

۲۔ مُساوات

۳۔ مقتدر حکومت

۴۔ مواقع کی مساوات

۵۔ بھارت کے دستور کی تمہید میں درج اہم باتیں

سرگرمی :

۱۔ رائے دہی کا پرچہ اور رائے دہی کی مشین (EVM) کو سمجھنے کے لیے اپنے استاد کی مدد سے تحصیل دار کے دفتر کا دورہ کیجیے۔

۲۔ اپنے قریب میں دستیاب ہونے والے اخبارات کی فہرست بنائیے۔

***

۳۔ دستور کی خصوصیات

گزشتہ دو اسباق میں ہم نے دستور سازی اور دستور کی تمہید کے بارے میں معلومات حاصل کی۔ ہم نے مقتدر، سماج وادی، غیر مذہبی ملک اور عوامی جمہوریہ جیسی اصطلاحات کا مفہوم بھی سمجھ لیا ہے۔ دستور کی تمہید میں دیے ہوئے مقاصد ہمارے دستور کی خصوصیات بھی ہیں۔ ہم اس سبق میں مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ دستور کی دیگر خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔

وِفاقی نظام (حکومت) : وفاقی نظام ہمارے دستور کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ وسیع علاقوں اور کثیر آبادی والے ممالک میں حکومت کرنے کا ایک طریقہ وفاقی نظامِ حکومت ہے۔ وسیع علاقہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی مقام سے اتنے بڑے علاقے کا انتظام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ دور دراز کے علاقے نظر انداز ہوجاتے ہیں اور ان علاقوں کے لوگوں کو حکومتی امور میں شامل ہونے کے مواقع بھی نہیں ملتے۔ اس لیے وفاقی نظام میں دو سطحوں پر حکومت ہوتی ہے۔ پورے ملک کی حفاظت کرنا، دیگر ملکوں سے کاروبار اور تعلقات رکھنا، امن قائم رکھنا وغیرہ امور مرکزی حکومت نبھاتی ہے۔ اسے مرکزی حکومت یا وفاقی حکومت کہتے ہیں۔ وفاقی حکومت پورے ملک کا کاروبار سنبھالتی ہے۔

ہم جس علاقے یا ریاست میں رہتے ہیں اس ریاست کے حکومتی اُمور چلانے والی حکومت ریاستی حکومت کہلاتی ہے۔ 'ریاستی حکومت' ایک مخصوص ریاست کا نظامِ حکومت سنبھالتی ہے۔ مثلاً مہاراشٹر کی ریاستی حکومت۔

دو سطحوں پر آپسی تال میل کے ساتھ مختلف موضوعات پر قانون سازی کر کے حکومتی اُمور چلانے کے نظام کو وفاقی نظام کہتے ہیں۔

اختیارات کی تقسیم : وفاقی حکومت اور ریاستی حکومت کے درمیان دستور نے اختیارات کی تقسیم کی ہے۔ آیئے دیکھیں کہ اس تقسیم کے مطابق کن موضوعات کے اختیارات کسے حاصل ہیں۔

ہمارے دستور نے تین فہرستیں تیار کی ہیں جن میں مختلف موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔

پہلی فہرست کو مرکزی یا وفاقی فہرست کہا جاتا ہے۔ اس فہرست میں کل ۹۷ موضوعات ہیں جن پر وفاقی حکومت قانون سازی کا اختیار رکھتی ہے۔ ریاستی اختیارات کی ریاستی فہرست میں کل ۶۶ موضوعات ہیں جن پر ریاستی حکومت قانون سازی کرتی ہے۔ تیسری فہرست 'مشترکہ فہرست' ہے جس میں ۴۷ موضوعات ہیں۔ ان میں موجود موضوعات پر دونوں حکومتوں یعنی وفاقی حکومت اور ریاستی حکومت کو قانون سازی کا اختیار ہے۔ ان تین فہرستوں میں درج موضوعات کے علاوہ کسی نئے موضوع پر قانون سازی کا اختیار وفاقی حکومت کو ہوتا ہے۔ اس اختیار کو 'خصوصی اختیار' کہا جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بھارت کی وفاقی حکومت میں اختیارات کی تقسیم خصوصیات سے پُر ہے۔ وفاقی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے لیے باہمی تعاون کے ذریعے ملک کی ترقی کرنا اسی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ حکومتی اُمور میں شہریوں کی شمولیت اسی طریقے کی دین ہے۔

کون سے موضوعات کس کے پاس ہیں؟

۱۔ **وفاقی حکومت کے پاس موضوعات :** دفاع، خارجہ اُمور، جنگ اور امن، کرنسی، بین الاقوامی تجارت وغیرہ۔

۲۔ **ریاستی حکومتوں کے پاس موضوعات :** زراعت، نظم و نسق، مقامی انتظامیہ، صحت، جیل انتظامیہ وغیرہ۔

۳۔ **دونوں حکومتوں کے پاس مشترکہ موضوعات :** روزگار، ماحولیات، معاشیات اور سماجی منصوبہ بندی، انفرادی قانون سازی، تعلیم وغیرہ۔

مرکز کے زیر انتظام علاقے : بھارت میں ایک وفاقی

حکومت، ۲۹ ریاستی حکومتیں اور ۷ مرکز کے زیرِ انتظام علاقے ہیں۔ مرکز کے زیرِ انتظام علاقے وفاقی حکومت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ نئی دہلی، دمن - دیو، پدوچیری، چندی گڑھ، دادرا-نگر حویلی، اندمان-نکوبار اور لکش دویپ مرکز کے زیرِ انتظام علاقے ہیں۔

آئیے، کرکے دیکھیں۔

شمال مشرق میں واقع ریاستوں کی فہرست بنائیے۔

ان ریاستوں کے صدر مقام کے مشہور شہر کون سے ہیں؟

پارلیمانی طرزِ حکومت : بھارت کے دستور نے حکومت کے لیے پارلیمانی طرز تجویز کیا ہے۔ پارلیمانی طرزِ حکومت میں پارلیمنٹ یعنی مجلسِ قانون ساز کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ بھارت کی پارلیمنٹ میں صدر جمہوریہ، لوک سبھا (ایوانِ زیریں) اور راجیہ سبھا (ایوانِ بالا) شامل ہیں۔ براہِ راست حکومتی امور چلانے والی وزرا کونسل کا انتخاب لوک سبھا سے کیا جاتا ہے۔ یہ وزرا کونسل لوک سبھا کو ہی جواب دہ ہوتی ہے۔ پارلیمانی طرزِ حکومت میں پارلیمنٹ میں ہونے والے مباحثے اور غور و خوض

کیا آپ جانتے ہیں؟

رائج نوٹ

آپ نے رائج نوٹ دیکھے ہیں۔ ان پر 'بھارت سرکار' لکھا ہوا ہوتا ہے یعنی مرکزی حکومت کی جانب سے ضمانت مہیا کیا ہوا۔

پولیس کے کاندھوں پر لگے بِلّے (بیج) آپ نے دیکھے ہوں گے تو ان پر 'مہاراشٹر پولیس' لکھا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔

'بھارتیہ ریل' اور 'مہاراشٹر راجیہ پری وہن مہامنڈل' بھی آپ نے پڑھا ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ملک میں دو سطحوں پر حکومت ہوتی ہے۔ ایک مرکزی حکومت اور دوسری ریاستی حکومت۔ مثلاً مہاراشٹر حکومت، کرناٹک حکومت وغیرہ۔

مہاراشٹر پولیس کا نشانِ امتیاز

بھارتیہ ریل کا نشانِ امتیاز

مہاراشٹر راجیہ پری وہن مہامنڈل کا نشانِ امتیاز

نہایت اہم ہوتے ہیں۔

آزاد عدلیہ : بھارت کے دستور نے آزادانہ نظامِ انصاف قائم کیا ہے۔ جب تنازعات آپسی بات چیت سے حل نہ ہوسکیں اس صورت میں لوگ انصاف حاصل کرنے کے لیے عدالت جاتے ہیں۔ عدالت دونوں فریقوں کی بات سن کر فیصلہ کرتی ہے۔ انصاف رسانی کا یہ کام نہایت غیر جانبداری کے ساتھ ہوتا ہے۔ عدالتوں پر کسی بھی قسم کا دباؤ نہ ہو اس لیے دستور میں عدلیہ کو زیادہ سے زیادہ آزادی فراہم کرنے کے لیے قوانین وضع کیے گئے ہیں۔ مثلاً ججوں کا تقرر حکومت نہیں بلکہ صدرِ جمہوریہ براہِ راست کرتے ہیں۔ ججوں کو آسانی کے ساتھ ان کے عہدے سے برطرف نہیں کیا جاسکتا۔

واحد شہریت : بھارت کے دستور نے ملک کے شہریوں کو واحد شہریت دی ہے یعنی 'بھارتی' شہریت

دستور میں تبدیلی کا طریقہ : دستور میں درج ترمیمات (شِقوں) میں حالات کے مطابق تبدیلی یا اصلاح کرنا ہوتی ہے۔ لیکن دستور میں بار بار تبدیلیاں کرنے سے عدم استحکام پیدا ہوسکتا

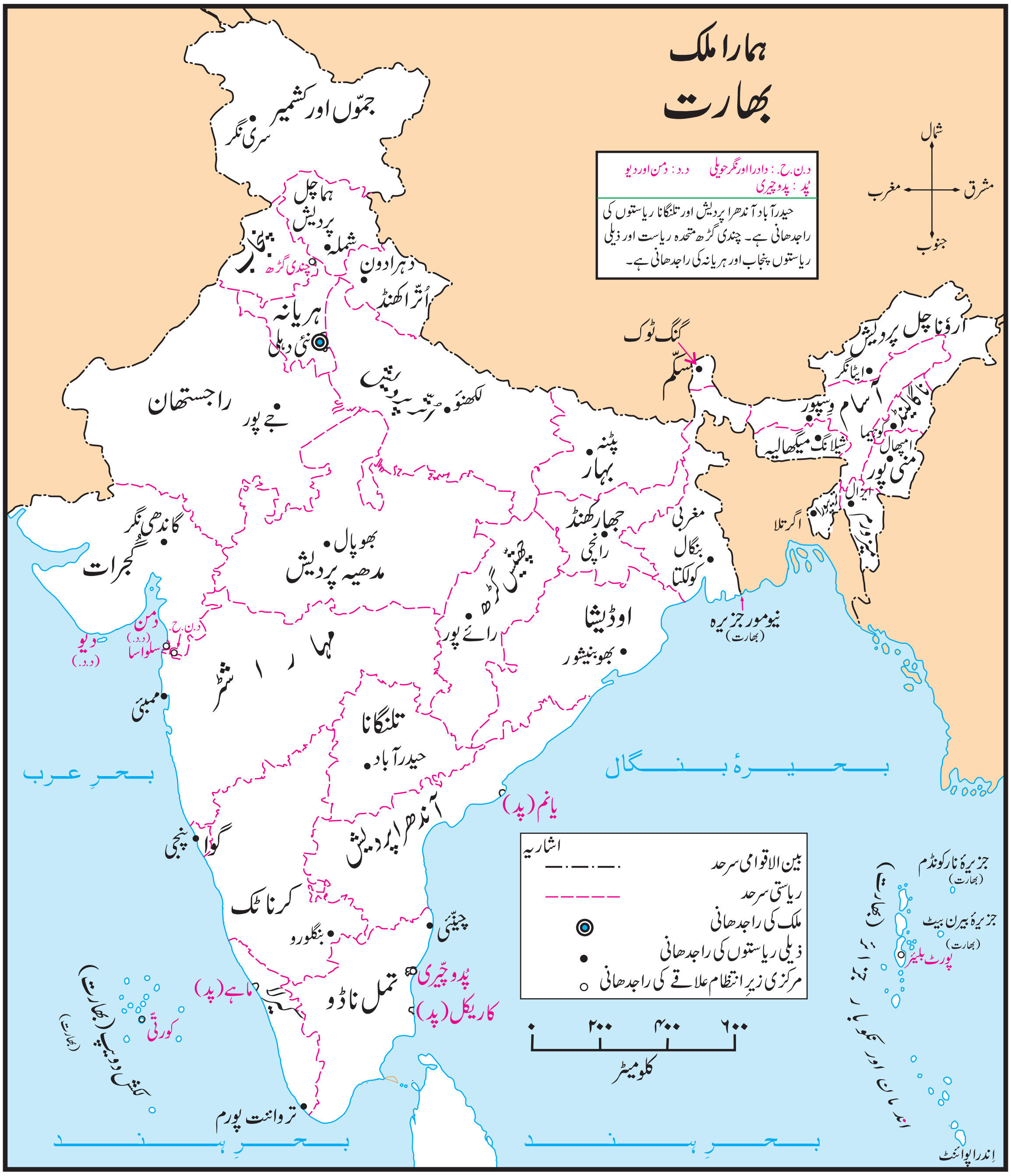

ہے۔اس لیے کسی بھی قسم کی تبدیلی یا ترمیم سے قبل اس پر غور وفکر کا ایک مکمل عمل دستور میں واضح کیا گیا ہے۔دستور میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنا ہو تو اسی طریقے سے کرنا پڑتا ہے۔دستور میں تبدیلی کا یہ عمل کئی خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ نہ بہت مشکل ہے اور نہ ہی نہایت آسان۔اس میں اہم تبدیلیوں اور اصلاحات کے لیے غور وفکر کی گنجائش فراہم کی گئی ہے۔عام طور پر اس عمل میں اتنی لچک ہے کہ دستور میں اصلاح یا تبدیلی آسانی سے ہوسکتی ہے۔

تلاش کیجیے :

اب تک بھارت کے دستور میں کتنی مرتبہ اصلاح کی جاچکی ہے؟

الیکشن کمیشن (انتخابی ماموریہ) : الیکشن کمیشن سے متعلق آپ نے اخبارات میں پڑھا ہی ہوگا۔ بھارت چونکہ ایک جمہوری ملک ہے اس لیے عوام کو ایک مخصوص مدت کے بعد دوبارہ اپنے نمائندے منتخب کرنا ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انتخابات منعقد کیے جاتے ہیں۔ان انتخابات کا انعقاد کھلے اور آزادانہ ماحول میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔اسی وقت شہری اپنے

بتائیے تو بھلا!

ہمارے موجودہ الیکشن کمشنر کون ہیں؟ انتخابات کا ضابطۂ اخلاق کسے کہتے ہیں؟ حلقۂ رائے دہی سے کیا مراد ہے؟

پسندیدہ نمائندے کو کسی دباؤ کے بغیر منتخب کرسکتے ہیں۔ اگر حکومت انتخابات کا انعقاد کرتی ہے تو آزادانہ اور کھلے ماحول کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے ہمارے دستور نے انتخابات منعقد کروانے کی ذمہ داری ایک آزاد ادارے کو سونپی ہے جسے الیکشن کمیشن کہا جاتا ہے۔اہم انتخابات کے انعقاد کی ذمہ داری الیکشن کمیشن پر ہی ہوتی ہے۔

ہمارے دستور کی بہت سی خصوصیات ہیں۔اس سبق میں ہم نے کچھ اہم خصوصیات کا مطالعہ کیا ہے۔بنیادی حقوق سے متعلق تفصیلی قانون سازی بھی ہمارے دستور کی اہم خصوصیت ہے۔ہم اگلے سبق میں اسی خصوصیت کا مطالعہ کریں گے۔

مشق

(۱) وفاقی نظام کے مطابق اختیارات کی تقسیم کس طرح کی گئی ہے؟ اس کی فہرست ذیل کی جدول میں مکمل کیجیے۔

وفاقی حکومت	ریاستی حکومت	دونوں حکومتوں کے پاس مشترکہ موضوعات
۱۔	۱۔	۱۔ ....
۲۔	۲۔	۲۔ ....
۳۔	۳۔	۳۔ ....

(۲) مناسب الفاظ لکھیے :

۱۔ پورے ملک کے حکومتی اُمور چلانے والا نظام : ....

۲۔ دوفہرستوں کے علاوہ دیگر فہرست ....

۳۔ انتخابات کا انعقاد کرانے والا ادارہ ....

(۳) آئیے، لکھیں :

۱۔ وفاقی نظام میں دو سطحوں پر حکومت ہوتی ہے۔

۲۔ خصوصی اختیار سے کیا مراد ہے؟

۳۔ دستور نے عدلیہ کو آزاد اور غیر جانب دار رکھا ہے۔

(۴) آزاد عدلیہ کے فائدے اور نقصانات پر اپنی جماعت میں مباحثہ منعقد کیجیے۔

(۵) الیکٹرانک ووٹنگ مشین (EVM) کے استعمال کے فائدوں کے باب میں معلومات حاصل کیجیے۔

سرگرمی :

اپنی جماعت میں الیکشن کمیشن قائم کیجیے اور اس الیکشن کمیشن کی رہنمائی میں جماعت کے انتخابات کا انعقاد کیجیے۔

***

۴۔ بنیادی حقوق - حصّہ ۱

آئیے تلاش کریں۔

آپ بچوں کے حقوق کے بارے میں جانتے ہی ہیں۔ کیا آپ ان کے دو اہم حقوق بتا سکتے ہیں؟

- ہم خواتین کے حقوق، ادی واسیوں کے حقوق، کسانوں کے حقوق جیسے الفاظ سے بھی واقف ہیں۔ ان حقوق کے بارے میں ہم سب کے سامنے کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں۔
- حقوق کا استعمال کیا ہوتا ہے؟ یہ حقوق کون دیتا ہے؟
- کیا حقوق ختم کیے جا سکتے ہیں؟
- اگر ایسا ہوا تو اس کے خلاف کہاں سے انصاف حاصل کیا جا سکتا ہے؟

اخبارات میں یا دیگر مقامات پر آپ نے اس طرح کی تختیاں دیکھی ہوں گی۔ کسی مورچے میں کچھ مطالبات کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے حقوق ہیں۔

ہمیں پیدائشی طور پر حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ پیدا ہونے والے ہر بچے کو زندہ رہنے کا حق ہوتا ہے۔ پورا سماج اور حکومت اس کی اچھی صحت کے لیے کوشش کرتی ہے۔ انسان تبھی اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں کو فروغ دے سکتا ہے جب ناانصافی، استحصال، تفریق اور محرومی سے اسے محفوظ رکھا جائے۔

خود کی اور پورے سماج کی ترقی کے لیے سازگار ماحول اور کچھ مطالبات کرنا اور ان کو حاصل کرنے کے لیے اصرار کرنے سے مراد حق مانگنا ہے۔ ہمارے دستور نے سازگار ماحول تیار کرنے کے لیے بھارت کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے

ہیں۔ یہ حقوق بنیادی حقوق کہلاتے ہیں۔ دستور میں درج ہونے کی وجہ سے ان حقوق کو قانون کا درجہ حاصل ہے۔ ان حقوق کی پابندی سب پر لازم ہے۔

تصوّر کیجیے اور لکھیے:

کتا، بلی، گائے، بھینس اور بکری جیسے جانور پالتو ہوتے ہیں۔ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

اگر یہ جانور بول سکتے تو یہ لوگوں سے کون سے حقوق مانگتے؟

دستور میں درج ہمارے حقوق : ہمارے دستور میں بھارتی شہریوں کے حقوق درج ہیں۔ آیئے دیکھیں یہ حقوق کون سے ہیں۔

مُساوات کا حق : مساوات کے حق کے مطابق حکومت اپنے شہریوں سے اعلیٰ و ادنیٰ، اونچ نیچ، مرد و زن جیسی تفریق نہیں کرسکتی۔ قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔ بہت سے قانون ایسے ہیں جو ہمیں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً بغیر تفتیش کیے ہمیں گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا تحفظ فراہم کرتے وقت بھی حکومت تفریق نہیں کرسکتی۔

آیئے بحث کریں۔

تمام لوگوں کو قانون کے مطابق یکساں ماننے اور انھیں یکساں تحفظ فراہم کرنے کے کیا کیا فائدے ہیں؟

مساوات کے حق میں کون کون سی باتیں شامل ہیں؟

سرکاری ملازمت دیتے ہوئے حکومت شہریوں کے ساتھ ذات، مذہب، جنس اور جائے پیدائش وغیرہ کی بنیاد پر تفریق نہیں کرسکتی۔ ہمارے ملک میں قانون سازی کے ذریعے چھوت چھات کی صدیوں پرانی روایت کو ختم کیا گیا ہے۔ چھوت چھات کو جرم مانا جاتا ہے۔ بھارتی سماج میں مساوات پیدا کرنے کے لیے اس غیرانسانی روایت کو ختم کیا گیا ہے۔ لوگوں میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز کرنے والے خطابات پر دستور نے پابندی عائد کردی ہے مثلاً راجا، مہاراجا، رائے بہادر، خان بہادر وغیرہ۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

حکومت شہریوں کو عدم مساوات پر مبنی سماج کو تقسیم کرنے والے اور لوگوں میں تفریق کرنے والے خطابات نہیں دے سکتی لیکن مختلف شعبوں میں قابلِ فخر کارنامے انجام دینے والے شہریوں کو پدم شری، پدم بھوشن، پدم وِبھوشن جیسے اعزازات سے نواز سکتی ہے۔ بھارت رتن ہمارے ملک کا اعلیٰ ترین شہری اعزاز ہے۔

دفاعی فوج میں کارناموں کے لیے پرم ویر چکر، اشوک چکر، شوریہ چکر جیسے اعزازات دیے جاتے ہیں۔

ان اعزازات کی وجہ سے اعزاز یافتہ شہریوں کو کوئی خصوصی اختیارات یا حقوق نہیں ملتے بلکہ ان کے کارناموں کو ان اعزازات کے ذریعے سراہا جاتا ہے۔

آزادی کا حق :

ہمارے دستور کے ذریعے دیا گیا یہ سب سے اہم حق ہے۔ جو شہریوں کے لیے لازمی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ بحیثیت شہری ہمیں ...

- تقریر اور اظہار کی آزادی حاصل ہے۔
- پُرامن طریقے سے جمع ہونے اور اجلاس منعقد کرنے کی آزادی حاصل ہے۔
- اِدارے اور تنظیمیں قائم کرنے کی آزادی حاصل ہے۔
- بھارت کے کسی بھی علاقے میں آمد و رفت کی آزادی حاصل ہے۔
- بھارت کے کسی بھی علاقے میں کاروبار کرنے کی آزادی حاصل ہے۔
- اپنی پسند کا کاروبار اور پیشہ اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہے۔

آیئے کرکے دیکھیں۔

الف، ب اور ج کے کیے ہوئے کچھ کام ذیل میں دیے ہوئے ہیں۔ مندرجہ بالا آزادی کے حقوق کی کن اقسام سے آپ انھیں جوڑیں گے؟ بتائیے۔

'الف' نے ادی واسیوں کے مسائل حل کرنے کے لیے 'ادی واسی تعاون منچ' قائم کیا۔

'ب' نے اپنے والد کی بیکری کے کاروبار کو گوا سے مہاراشٹر لانے کا فیصلہ کیا۔

'ج' نے حکومت کی ٹیکس سے متعلق نئی پالیسیوں میں خامیوں سے آگاہ کروایا۔ اس تعلق سے اس نے ایک مضمون لکھ کر اخبار کو روانہ کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ہمارے دستور نے ہمیں بہت سے حقوق دیے ہیں لیکن ہم ان حقوق کا استعمال غیر ذمہ دارانہ طریقے سے نہیں کرسکتے۔ اپنے حقوق کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس سے دوسروں کا نقصان نہ ہو۔ ہمیں بولنے کا حق حاصل ہے لیکن ہم اشتعال پھیلانے والی تحریر یا تقریر نہیں کرسکتے۔

دستور نے ہمیں آزادی کے حق کے نام پر صرف گھومنے پھرنے یا بولنے اور لکھنے کا ہی حق نہیں دیا بلکہ ہم محفوظ رہیں اس بات کے لیے تحفظ بھی فراہم کیا ہے۔ قانون کا یہ تحفظ یکساں طور پر سب کو دیا گیا ہے۔ مثلاً ہمیں زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ سطحی طور پر یہ بات آسان لگتی ہے لیکن اس میں گہرا مفہوم پوشیدہ ہے۔ اس سے مراد زندہ رہنے کی ضمانت ملنا اور زندہ رہنے کے لیے سازگار ماحول کی فراہمی ہے۔ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی جان نہیں لے سکتا۔ بغیر کسی جائز وجہ کے کسی بھی شخص کو گرفتار یا نظر بند نہیں رکھا جاسکتا۔ آزادی کے حق میں اب تعلیم کے حق کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔ ٦ سے ١٤ سال کی عمر کے سبھی لڑکے لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔ اس حق کی وجہ سے کوئی بھی تعلیم سے محروم نہیں رہ سکتا۔

آیئے، غور کریں۔

جان نہ لینے کے حق کے تحت کچھ ذیلی حقوق بھی آتے ہیں جیسے کسی شخص کو ایک ہی جرم میں دو مرتبہ سزا نہیں دی جاسکتی۔ کسی بھی شخص کو سزا دینے سے پہلے اس پر لگائے ہوئے الزامات کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔ یہ کام عدالت کرتی ہے۔ الزام سے متعلق ثبوت جمع کرنا اور عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا کام پولیس کرتی ہے۔ ''میں نے جرم کیا ہے۔'' بولنے والے شخص کو فوراً سزا نہیں ہوجاتی۔ اس شخص پر لگے الزامات کو بھی ثابت کرنا پڑتا ہے۔ اس عدالتی عمل میں وقت لگتا ہے لیکن کسی بے گناہ شخص کو سزا نہ ہونے دینے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔

استحصال کی مخالفت کا حق:

استحصال روکنے کے لیے استحصال کا شکار نہ ہونے دینے اور اپنا استحصال نہ ہونے دینے کا حق یعنی استحصال کی مخالفت کا حق۔ دستور نے جہاں ایک طرف استحصال کی مخالفت کے حق کے ذریعے استحصال کی تمام شکلوں پر پابندی عائد کی ہے وہیں دوسری جانب بچوں کا استحصال روکنے کے لیے خصوصی قانون بنائے ہیں۔ اس قانون کے مطابق ١٤ برس سے کم عمر کے بچوں کو خطرے کی جگہ پر کام کروانے سے منع کیا گیا ہے۔ کارخانوں اور کانوں جیسے مقامات پر بچوں سے کام لینے پر بھی پابندی عائد ہے۔ بندھوا مزدوری یا کسی شخص کی مرضی کے خلاف اس سے سخت کام لینا، کسی شخص سے اپنے غلام جیسا سلوک کرنا، اسے مناسب اُجرت نہ دینا، اس سے سخت محنت لینا، اسے فاقہ کروانا یا اس پر زبردستی کرنا استحصال کی مختلف شکلیں ہیں۔ استحصال عام طور پر خواتین، بچوں، سماج کے کمزور طبقات اور بے اختیار و بے بس

لوگوں کا ہوتا ہے۔ استحصال کسی بھی قسم کا ہو، شہریوں کو اس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونے کا حق حاصل ہے۔

آیئے بحث کریں!

استحصال کو روکنے اور ہر شخص کو اپنی آزادی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے حکومت نے قانون بنائے ہیں۔ یہاں کچھ قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے مزید قوانین کون سے ہیں؟ تلاش کرکے ان پر بحث کیجیے۔

- اقل ترین اُجرت کا قانون - کارخانوں میں کام کے اوقات، آرام کا وقفہ وغیرہ کے تعلق سے قانون۔
- خواتین کو گھریلو تشدد کے خلاف تحفّظ فراہم کرنے والا قانون۔

آیئے بحث کریں!

- یہاں بچہ مزدور کام نہیں کرتے۔
- یہاں مزدوروں کو روز اُجرت دی جاتی ہے۔

ہم کئی دکانوں میں ایسی تختیاں دیکھتے ہیں۔ ان تختیوں اور دستور میں درج حقوق میں کیا تعلق ہے؟

ہم نے بھارت کے دستور میں دیے ہوئے مساوات، آزادی اور استحصال کی مخالفت کے حقوق کا مطالعہ کیا ہے۔ اگلے سبق میں ہم مزید کچھ اہم حقوق کا مطالعہ کریں گے۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے:

۱۔ بنیادی حقوق سے کیا مراد ہے؟

۲۔ مختلف شعبوں میں قابلِ فخر کارنامے انجام دینے والے افراد یا شہریوں کو حکومت کی جانب سے کون سے اعزازات سے نوازا جاتا ہے؟

۳۔ چودہ برس سے کم عمر کے بچوں سے خطرے کی جگہ پر کام کروانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

۴۔ دستور نے بھارت کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق کیوں دیے ہیں؟

(۲) 'آزادی کا حق' اس موضوع پر ایک تصویری البم تیار کیجیے۔

(۳) مندرجہ ذیل جملے صحیح کرکے دوبارہ لکھیے:

۱۔ کسی بھی شخص کو پیدائشی طور پر حقوق حاصل نہیں ہوتے۔

۲۔ سرکاری ملازمت میں حکومت آپ کے ساتھ مذہب، ذات، جنس اور جائے پیدائش کی بنیاد پر تفریق کرتے ہوئے ملازمت دینے سے انکار کرسکتی ہے۔

(۴) مندرجہ ذیل تصوّراتی خاکے کو مکمل کیجیے:

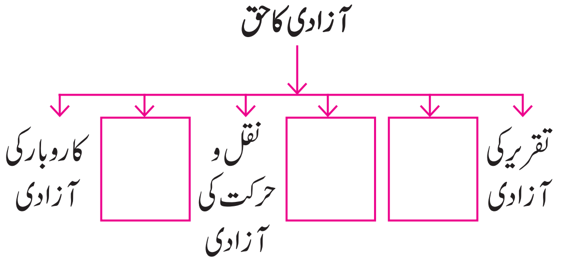

سرگرمی:

۱۔ حق معلومات، حق تعلیم جیسے کچھ اہم حقوق سے متعلق اخبارات میں شائع خبروں کا ذخیرہ کیجیے۔

۲۔ آپ کے نزدیک کسی زیرِ تعمیر عمارت میں اگر بچہ مزدور کام کرتے ہوئے پائے جائیں تو ان سے اور ان کے والدین سے بات چیت کرکے ان کے مسائل جاننے کی کوشش کیجیے اور اس مسئلے کو اپنی جماعت میں پیش کیجیے۔

***

۵۔ بنیادی حقوق - حصّہ ۲

گزشتہ سبق میں ہم نے بھارت کے دستور میں درج شہریوں کے چند بنیادی حقوق کا مطالعہ کیا۔ مساوات، آزادی اور استحصال کی مخالفت کے حقوق کے بارے میں معلومات حاصل کی۔ اس سبق میں ہم مذہبی آزادی کا حق اور ثقافتی و تعلیمی حقوق کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ اسی طرح ہم بنیادی حقوق کے عدالتی تحفّظ کے بارے میں بھی جانیں گے۔

مذہبی آزادی کا حق : آپ جانتے ہی ہیں کہ بھارت دنیا کا ایک اہم سیکولر یعنی غیر مذہبی ملک ہے۔ ہم نے پچھلی جماعتوں میں بھی یہ پڑھا ہے لیکن شاید آپ یہ جاننے کے لیے بے تاب ہوں گے کہ بھارت کے دستور میں مذہبی آزادی سے متعلق کیا درج ہے۔ مذہبی آزادی کے حق کے مطابق ہر شہری کو اپنے پسندیدہ مذہب اور عقیدے پر عمل کرنے اور مذہبی کاموں کے لیے تنظیم قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔

مذہبی آزادی کے حق کو مزید وسعت دینے کے لیے دستور نے دو باتوں کی اجازت نہیں دی ہے۔

۱۔ حکومت عوام پر ایسا ٹیکس عائد نہیں کرسکتی جس کا استعمال مذہب کو فروغ دینے کے لیے کیا جاتا ہو۔ یعنی مذہبی ٹیکس عائد کرنے پر پابندی ہے۔

۲۔ حکومت سے معاشی مدد حاصل کرنے والے تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم کی سختی نہیں کی جاسکتی۔

ثقافتی اور تعلیمی حقوق : تہوار اور تقاریب، غذا اور طرزِ حیات سے متعلق ہمارے ملک میں بہت رنگا رنگی پائی جاتی ہے۔ آپ نے شادیوں کی تقریبات میں اس رنگا رنگی کا مشاہدہ کیا ہی ہوگا۔ یہ ساری باتیں عوامی جماعتوں کی ثقافت کا حصہ ہوتی ہیں۔ ہمارے دستور نے مختلف عوامی جماعتوں کو اپنی ثقافت کے تحفّظ کا حق دیا ہے۔ اس حق کے تحت وہ اپنی زبان، رسم الخط اور ادب کے تحفّظ کے علاوہ اس کے فروغ کے لیے کوششیں بھی کرسکتے ہیں۔ زبان کے فروغ کے لیے ادارے بھی قائم کرسکتے ہیں۔

تلاش کیجیے اور بحث کیجیے :

- ہمارے دستور نے کتنی زبانوں کی توثیق کی ہے؟
- اُردو زبان کے فروغ اور ارتقا کے لیے مہاراشٹر حکومت نے کون سے اِدارے قائم کیے ہیں؟

آئیے بحث کریں !

کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ مہاراشٹر میں حکومت اور عدالت کے سارے کام کاج مراٹھی میں انجام دیے جائیں؟ اس کے لیے کیا کرنا ہوگا؟

دستوری حل کا حق : حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں عدالت سے انصاف حاصل کرنے کا حق بھی شہریوں کا بنیادی حق ہے۔ اسے دستوری حل کا حق کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حق تلفی کی صورت میں عدالت سے فریاد کرنے کا حق بھی ہمیں دستور نے قانونی شکل میں فراہم کیا ہے۔ جس کے مطابق عدالت پر بھی ان حقوق کے تحفّظ کی پابندی عائد ہوتی ہے۔

کبھی کبھی ہمارے دستوری حقوق پر ڈاکا ڈالا جاسکتا ہے اور ہم اپنے حقوق کا استعمال نہیں کرپاتے۔ ایسی صورتِ حال کو حقوق کی خلاف ورزی کہا جاتا ہے۔ حقوق کی خلاف ورزی کی ہماری درخواست پر عدالت غور کرکے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ حقیقت میں کسی شخص کے حقوق کی خلاف ورزی یا اس کے ساتھ ناانصافی کی صورت میں عدالت اپنا فیصلہ سناتی ہے۔

حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق عدالت کے احکام :

شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر عدالت کو مختلف احکامات جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

حقوق کی خلاف ورزی کی چند اقسام:

- بغیر کسی وجہ کے کسی شخص کو گرفتار کرنا۔
- بغیر کسی مناسب وجہ کے کسی شخص کو گاؤں یا شہر سے باہر جانے پر پابندی عائد کرنا۔
- جیل میں بند قیدیوں کو کھانے پینے اور علاج معالجے کی سہولت مہیا نہ کرنا۔

۱۔ **شخصی پیشی** (Habeas corpus) : غیر قانونی گرفتاری یا نظر بندی سے تحفّظ۔

۲۔ **مینڈامس** (Mandamus) : عوامی مفاد میں کسی فریضے کو انجام دینے سے متعلق حکومت کو عدالت کا قانونی پروانہ۔

۳۔ **ممانعت (حکمِ امتناع)** (Prohibition) : ماتحت عدالت کو اس کے دائرہ اختیار سے باہر نہ جانے سے متعلق عدالتی حکم (امتناعی)۔

۴۔ **پرسشِ اختیار** (Quo warranto) : کسی سرکاری افسر نے کسی کام کو اپنے کس اختیار کے تحت انجام دیا، اس سے جواب طلبی کا عدالتی حکم۔

۵۔ **مسل طلبی** (Certiorari) : ماتحت عدالت کے فیصلے کو منسوخ کر کے اعلیٰ عدالت میں مقدمہ داخل کرنے سے متعلق عدالتی حکم۔

بنیادی حقوق کو چونکہ عدالتی تحفّظ حاصل ہے اس لیے شہری اپنے حقوق کا مناسب استعمال کر سکتے ہیں اور ایک بیدار، ذمہ دار اور فعال شہری کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھا سکتے ہیں۔

بنیادی حقوق کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں اپنے فرائض کا بھی علم ہونا چاہیے۔ ہم اگلے سبق میں اپنے فرائض کا مطالعہ کریں گے۔

سرکاری افسر کا یہ ردّعمل مناسب ہے یا نامناسب؟

بے سہاروں کے لیے سرکاری اسکیم کا فائدہ اُٹھانے کے لیے ایک خاتون نے تمام ضروری کاغذات پیش کیے لیکن افسر نے یہ کہہ کر اس کی درخواست مسترد کر دی کہ ''تم بے سہارا نہیں لگتی ہو۔''

افسر کی یہ حرکت مناسب ہے یا نامناسب؟

کیا آپ کو لگتا ہے کہ اس واقعے کے ذریعے اس خاتون کے حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے؟ اپنے حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق اسے کہاں فریاد کرنا چاہیے؟

عدالتی کام کاج

مشق

(۱) آیئے، لکھیں:

۱۔ مذہبی ٹیکس لگانے پر دستور نے پابندی عائد کی ہے۔

۲۔ دستوری حل کا حق سے کیا مراد ہے؟

(۲) مناسب لفظ لکھیے:

۱۔ غیر قانونی گرفتاری اور نظر بندی سے تحفّظ ....

۲۔ سرکاری افسر نے کسی کام کو اپنے اختیار کے تحت انجام دیا ہے اس سے جواب طلبی کا عدالتی حکم ....

۳۔ عوامی مفاد میں فریضے کو انجام دینے سے متعلق حکومت کو عدالت کا قانونی پروانہ ....

۴۔ ماتحت عدالت کو اپنے دائرۂ اختیار سے باہر نہ جانے سے متعلق عدالتی حکمِ امتناع ....

(۳) وجہ بتایئے کہ ہم ایسا کیوں کر سکتے ہیں:

۱۔ تمام بھارتی شہری اپنے تہوار منا سکتے ہیں کیونکہ..........

۲۔ میں اُردو زبان میں تعلیم حاصل کر سکتا ہوں کیونکہ..........

(۴) خالی جگہ میں کون سا لفظ لکھا جائے گا؟

۱۔ حکومت سے معاشی مدد حاصل کرنے والے تعلیمی اداروں میں ....تعلیم کی سختی نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ .... ہماری درخواست پر غور کر کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

سرگرمی:

اپنے اسکول میں کسی جج، وکیل، پولیس افسر سے ملاقات کی منصوبہ بندی کیجیے۔

***

۶۔ رہنما اُصول اور بنیادی فرائض

گزشتہ سبق میں ہم نے دستور میں درج حقوق کا مطالعہ کیا۔ ہم نے شہریوں کو حاصل بنیادی حقوق کو بھی سمجھ لیا۔ ہم نے یہ بھی سیکھا کہ بنیادی حقوق کو عدالتی تحفّظ بھی حاصل ہوتا ہے۔ ہم نے اپنی ذاتی اور سماجی زندگی میں بنیادی حقوق کی اہمیت کو سمجھنے کی بھی کوشش کی۔ اسی کے مدِنظر اب ہم رہنما اُصولوں کو سمجھیں گے۔

شہریوں کے بنیادی حقوق حکومت کے اختیارات پر پابندی عائد کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست کے مطالعے سے آپ حکومت کے اختیارات پر پابندی کا مفہوم سمجھ پائیں گے۔

- حکومت شہریوں کے ساتھ ذات، مذہب، نسل، زبان اور جنس کی بنیاد پر تفریق نہیں کرسکتی۔
- حکومت قانون کے سامنے سب کے یکساں ہونے اور قانون کے یکساں تحفّظ سے انکار نہیں کرسکتی۔
- کسی بھی شخص سے اس کے زندہ رہنے کا حق چھینا نہیں جاسکتا۔
- حکومت مذہبی ٹیکس عائد نہیں کرسکتی۔

دستور نے کچھ تجاویز پیش کی ہیں جن سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ حکومت کو کیا کرنا چاہیے۔ ان تجاویز کا مقصد دستور کی تمہید میں درج مقاصد کی وضاحت کے تعلق سے رہنمائی کرنا ہے۔ اس لیے ان تجاویز کو 'رہنما اُصول' کہا جاتا ہے۔

'رہنما اصولوں' کو دستور میں کیوں شامل کیا گیا؟

ہمارے ملک کو آزادی کے فوراً بعد امن وامان، نظم وضبط اور سرکاری کام کاج کی سہولت کا مسئلہ درپیش تھا۔ غریبی، پسماندگی اور ناخواندگی کو دور کرنا تھا۔ قوم کی تعمیرِ نو کرنا تھی جس کے لیے نئی نئی پالیسیاں تیار کرنا اور ان کی عمل آوری ضروری تھی۔ عوام کی فلاح کا مقصد حاصل کرنا تھا۔ مختصر یہ کہ دستور نے رہنما اُصولوں کے ذریعے وضاحت کی ہے کہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو کن موضوعات کو ترجیح دینا چاہیے اور عوامی فلاح کے لیے کون سی تدبیریں کرنا چاہیے۔

رہنما اُصولوں کو ریاستی پالیسیوں کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ ہر رہنما اُصول میں حکومتی پالیسی کا ایک موضوع موجود ہے۔ اس موضوع کے لحاظ سے ہی نئی پالیسی تیار کرنے کی اُمید دستور سازوں نے ظاہر کی ہے۔ دستور ساز افراد جانتے تھے کہ اگر ان پالیسیوں کو بیک وقت نافذ العمل کیا گیا تو اس کے لیے بہت زیادہ مالی قوت درکار ہوگی۔ اس لیے انھوں نے رہنما اُصولوں کو شہریوں کے بنیادی حقوق کی طرح لازم نہیں کیا ہے۔ حکومت سے ان رہنما اُصولوں پر دھیرے دھیرے لیکن استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توقع کی گئی ہے۔

چند اہم رہنما اُصول :

- حکومت کی ذمہ داری ہے کہ تمام لوگوں کو روزگار کے وسائل مہیا کرے۔ اس سلسلے میں مرد وعورت میں تمیز نہ کی جائے۔
- عورتوں اور مردوں کو یکساں کام کے لیے یکساں تنخواہ دی جائے۔
- عوام کی صحت کی بہتری کے لیے تدابیر کی جائیں۔
- ماحولیات کا تحفّظ کیا جائے۔
- قومی نقطۂ نظر سے اہم مقامات، یادگاریں، عمارتیں، آثارِ قدیمہ کی حفاظت کی جائے۔
- سماج کے کمزور طبقات کو خصوصی تحفّظ دیتے ہوئے انھیں ترقی کے مواقع فراہم کیے جائیں۔
- بوڑھوں، معذوروں اور بے روزگار شہریوں کو تحفّظ فراہم کیا جائے۔
- بھارت کے تمام شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون تیار کیا جائے۔

بتایئے تو بھلا !

تنخواہ کے تعلق سے 'یکساں کام یکساں تنخواہ' کا رہنما اُصول موجود ہے۔ اس اُصول کے تحت کون سا دستوری مقصد حاصل ہوتا ہے؟

کیا کسی یکساں کام کے لیے عورتوں کو مردوں سے کم تنخواہ دیے جانے کے معاملات پائے جاتے ہیں؟

آیئے، کر کے دیکھیں۔

مندرجہ بالا رہنما اُصولوں کے علاوہ دیگر رہنما اُصول بتاتے ہیں کہ حکومت کو عوام کی فلاح کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ ذیل میں چند موضوعات دیے ہوئے ہیں۔ ان سے متعلق رہنما اُصول اپنے استاد کی مدد سے تلاش کر کے لکھیے۔ مثلاً : خارجہ پالیسی - عالمی امن اور بھائی چارے کو ترجیح

(الف) لڑکیوں کی تعلیم - ....

(ب) فطری اور پُر مسرت ماحول میں بچے کی پرورش - ......

(ج) زرعی اصلاحات - ....

رہنما اُصول اور بنیادی حقوق ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں۔ بنیادی حقوق کی وجہ سے شہریوں کو لازمی آزادی ملتی ہے وہیں رہنما اُصول جمہوریت کے لیے موافق ماحول تیار کرتے ہیں۔ اگر حکومت کسی رہنما اُصول پر عمل پیرا نہیں ہوتی تو اس کے خلاف عدالت میں نہیں جاسکتے لیکن مختلف طریقوں سے حکومت پر دباؤ ڈال کر اس تعلق سے پالیسی بنانے کے لیے اصرار کیا جاسکتا ہے۔

آپ کے خیال میں حکومت کو طلبہ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اپنے مطالبات کی فہرست بنایئے۔ آپ کس طرح سمجھائیں گے کہ آپ کے مطالبات جائز ہیں؟

حکومت کی ان سہولتوں کی وجہ سے کون سی اصلاحات ہوسکتی ہیں؟

(الف) عوامی حمام خانے

(ب) صاف آب رسانی

(ج) بچوں کو ٹیکہ لگانا

بنیادی فرائض :

جمہوریت میں عوام پر دوہری ذمہ داری ہوتی ہے؛ ایک جانب انھیں اپنے دستوری حقوق کا شعور رکھنا ہوتا ہے اور حقوق پر ناجائز پابندیاں عائد نہ کی جائیں اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے تو دوسری جانب انھیں کچھ فرائض اور ذمہ داریاں بھی نبھانی ہوتی ہیں۔ تمام بھارتی شہریوں کی فلاح اور بہبود کے لیے بنیادی حقوق اور رہنما اُصولوں کے بارے میں قانون بنائے گئے ہیں۔ لیکن جب تک شہری اپنے بنیادی فرائض ادا نہ کریں تب تک حکومت کی اصلاحات کا فائدہ سب کو نہیں مل سکتا۔ مثلاً 'سوچھ بھارت مہم' کے تحت حکومت نے کئی اسکیمیں نافذ کیں لیکن لوگوں کو عوامی جگہوں پر گندگی کرنے والی عادتیں تبدیل کرنا ہوں گی۔ صفائی رکھنے کی ذمہ داری شہریوں ہی کی ہوتی ہے۔

بھارت کے شہریوں کو اپنے بنیادی فرائض سے واقف کروانے کے لیے ہی دستور میں بنیادی فرائض کو شامل کیا گیا ہے۔ بھارت کے شہریوں کے چند بنیادی فرائض حسبِ ذیل ہیں۔

- ہر شہری دستور کے مطابق زندگی گزارے۔ دستور کے مقاصد، قومی پرچم اور قومی گیت کا احترام کرے۔
- جدوجہدِ آزادی کی ترغیب دینے والے مقاصد پر عمل کرے۔
- ملک کی ہمہ جہتی، اتحاد اور ہمہ گیر حفاظت کے لیے کوشاں رہے۔
- اپنے ملک کی حفاظت کرے۔ ملک کی خدمت کرے۔
- ہر طرح کے اختلاف کو فراموش کرتے ہوئے یکجہتی کو فروغ

دے اور بھائی چارے کے جذبے کو پروان چڑھائے۔

عورتوں کی عزّتِ نفس کو نقصان پہنچانے والے امور سے پرہیز کرے۔

- اپنی ہمہ گیر تہذیب کی وراثت کی حفاظت کرے۔
- قدرتی ماحولیات کی حفاظت کرے۔ جانداروں کے تئیں ہمدردی کے جذبے کو فروغ دے۔
- سائنسی نظریہ، انسانیت اور تحقیقی (تخلیقی) اندازِ فکر کو پروان چڑھائے۔
- عوامی املاک کی حفاظت کرے۔ تشدد سے پرہیز کرے۔
- ملک کی ہمہ جہت ترقی کے لیے انفرادی اور اجتماعی کاموں میں اعلیٰ سطح پر ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔
- سرپرست اور والدین اپنے ۶ تا ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا بھرپور موقع دیں۔

فہرست بنائیے۔

- گھر میں آپ کون سے حق مانگتے ہیں اور کون سے فرائض ادا کرتے ہیں؟
- اسکول میں آپ کون سی ذمہ داریاں نباہتے ہیں؟ ان میں سے کون سی ذمہ داری آپ کو پسند نہیں ہے؟

یادگاروں پر نام کریدنے والا لڑکا

لیمو اور مرچی لٹکائے ہوئے

بس کی توڑ پھوڑ

راستے پر کچرا ڈالنے والی عورت

ان تصویروں کو دیکھ کر کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کون سے فرائض ادا نہیں کیے جا رہے ہیں؟

آیئے، آہستہ آہستہ ابتدا کریں۔ کچھ فیصلے کریں۔

- لڑکوں اور لڑکیوں کو اسکول جانے کے لیے کہیں۔
- اسکول میں دستیاب سہولتوں کا ذمہ داری کے ساتھ استعمال کریں۔
- اپنے ملک پر ناز کریں۔
- تمام مذاہب کے تہواروں اور تقریبات کا احترام کریں۔ ماحول کو آلودہ کیے بغیر تہوار منائیں۔
- عوامی سہولیات کا استعمال احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ کریں۔
- اپنے ذمّے کے تمام کاموں کو باقاعدگی اور عمدگی سے پورا کریں۔

مندرجہ بالا مکالمات سے ہمیں کن فرائض کا علم ہوتا ہے؟ کیا حقوق اور فرائض میں کوئی تعلق پایا جاتا ہے؟ فرائض ادا کرنے سے کیا ہوتا ہے؟

آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

۶ سے ۱۴ سال کی عمر کے لڑکا - لڑکی کو بنیادی تعلیم کا حق حاصل ہے۔ اس عمر کے بچوں کا اسکول جانا ضروری ہے۔ اس کے باوجود کچھ لڑکے لڑکیاں مختلف وجوہات کی بنا پر اسکول نہیں جاتے۔ اپنے والدین کی مدد کرنے کے لیے انھیں کام کرنا پڑتا ہے۔ کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ اسکول نہ جانے والے ایسے بچوں کو اسکول جانے پر اصرار کرنا ان کے ساتھ ناانصافی کرنے جیسا ہے؟

اس کتاب کے ابتدائی اسباق میں ہم نے دستور کے مقاصد اور خصوصیات سے واقفیت حاصل کر لی ہے۔ بھارت کے شہریوں کے حقوق اور ان حقوق کے تحفّظ کے بارے میں بھی ہم نے معلومات حاصل کی۔ ہم نے اپنے بنیادی فرائض کو بھی سمجھا ہے۔ اگلے برس ہم اپنے ملک کے کام کاج کو کیسے چلایا جاتا ہے، اس کا مطالعہ کریں گے۔

مشق

(۱) مندرجہ ذیل میں حکومت پر عائد پابندیاں لکھیے :

- ....
- ....
- ....

(۲) مندرجہ ذیل بیانات پڑھ کر ان کے جواب ہاں یا نہیں میں لکھیے :

۱۔ اخبارات میں ملازمت کے اشتہارات میں مرد و خواتین سب کے لیے جگہ ہوتی ہے۔ ....

۲۔ ایک ہی کارخانے میں ایک ہی قسم کا کام کرنے والے مرد اور عورت کو الگ الگ تنخواہ ملتی ہے۔ ....

۳۔ حکومت کے ذریعے صحت عامہ کے لیے مختلف اسکیمیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ ....

۴۔ قومی لحاظ سے اہم عمارتوں اور یادگاروں کا تحفّظ کرنا چاہیے۔ ....

(۳) اسباب لکھیے :

۱۔ تاریخی عمارتوں، تعمیرات اور یادگاروں کا تحفّظ کرنا۔

۲۔ بزرگوں کے لیے پنشن اسکیم ہوتی ہے۔

۳۔ ۶ سے ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کو تعلیم کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

(۴) صحیح یا غلط بتائیے۔ غلط بیان کو صحیح کر کے لکھیے :

۱۔ قومی پرچم کو زمین پر نہ گرنے دینا۔

۲۔ قومی گیت کے وقت ساودھان حالت میں کھڑے رہنا۔

۳۔ اپنی تاریخی عمارتوں پر اپنا نام لکھنا/کھودنا۔

۴۔ یکساں کام کے لیے مردوں کو عورتوں سے زیادہ تنخواہ دینا۔

۵۔ عوامی جگہوں کو صاف ستھرا رکھنا۔

(۵) آیئے، لکھیں :

۱۔ دستور میں درج چند رہنما اُصول درسی کتاب میں دیے ہوئے ہیں۔ وہ کون سے ہیں؟

۲۔ بھارت کے دستور میں رہنما اُصولوں کے تحت تمام شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون کی بات کیوں کہی گئی ہوگی؟

۳۔ رہنما اُصول اور بنیادی حقوق کو ایک ہی سکّے کے دو پہلو کیوں کہا جاتا ہے؟

(۶) شہری ماحولیات کا تحفّظ کس طرح کر سکتے ہیں مثال کے ساتھ لکھیے۔

سرگرمی :

۱۔ تعلیم ہمارا بنیادی حق ہے لیکن اس سے متعلق ہمارے فرائض کیا ہیں؟ اس پر گروہ میں بحث کیجیے۔

۲۔ حکومت کو قومی اعتبار سے اہم عمارتوں اور یادگاروں کا تحفظ کرنا چاہیے۔ یہ رہنما اُصول ہے۔ قلعوں کی حفاظت کے لیے حکومت نے کیا اقدام کیے ہیں؟ ان کی فہرست بنایئے۔

۳۔ بچوں کی صحت و تندرستی کے لیے حکومت کون سی اسکیم چلاتی ہے۔ اس کے تعلق سے معلومات حاصل کیجیے۔

***

آٹھویں صدی سے اُنیسویں صدی کے اہم واقعات کا گوشوارہ

واقعات کو نیچے سے اوپر کی جانب پڑھتے جائیں۔

آٹھویں صدی
- راشٹرکوٹ خاندان، پانڈیہ خاندان
- پال خاندان
- گُرجر-پرتیہاروں کا اقتدار
- راجپوت، گاہڑوال، پرمار خاندان
- محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ

نویں صدی
- چول خاندان
- شِلاہار خاندان

دسویں صدی
- راجا جے پال- سبکتگین کے درمیان لڑائی

گیارہویں صدی
- ہوئیسل خاندان
- بھارت پر ترکوں کا حملہ
- بھارت پر محمود غزنوی کا حملہ

بارہویں صدی
- یادو خاندان
- بھارت پر محمد غوری کا حملہ اور پرتھوی راج چوہان کے اقتدار کا خاتمہ

تیرہویں صدی
- بلبن، رضیہ، سلطان، سلطان شمس الدین التمش کی حکومت، قطب الدین ایبک کی دہلی میں حکومت
- خلجی سلاطین کا اقتدار
- مہانوبھاو فرقہ
- وارکری فرقہ

چودہویں صدی
- دہلی پر تغلق کی حکومت، دارالحکومت کی دہلی سے دولت آباد اور دوبارہ دہلی منتقلی، بھارت پر تیمور لنگ کا حملہ
- وجے نگر حکومت کا قیام
- بہمنی حکومت کا قیام

پندرہویں صدی
- عادل شاہی، نظام شاہی، قطب شاہی، برید شاہی، عماد شاہی سلطنتیں

سولہویں صدی
- دہلی پر سلاطین کی حکومت کا خاتمہ
- مغلیہ حکومت کا آغاز، بابر اور ہمایوں کا اقتدار
- شہنشاہ اکبر کی، مہارانا پرتاپ، چاند بی بی، رانی درگاوتی سے لڑائیاں

سترہویں صدی
- جہانگیر
- شاہ جہاں
- شہنشاہ اورنگ زیب
- مغلوں اور سکھوں کی لڑائی
- مہاراشٹر میں قحط سالی
- چھترپتی شیواجی مہاراج کی کارکردگی
- سوراج کا قیام
- چھترپتی شیواجی مہاراج کی تاجپوشی
- چھترپتی سنبھاجی مہاراج
- چھترپتی راجارام مہاراج
- مہارانی تارابائی کی کارکردگی

اٹھارہویں صدی
- چھترپتی شاہو مہاراج کی کارکردگی
- پیشوا باجی راؤ اوّل کی کارکردگی
- مراٹھوں کے ہاتھوں پرتگالیوں کی شکست
- ناناصاحب پیشوا
- پانی پت کی لڑائی
- مادھوراؤ اوّل
- نارائن راؤ
- سوائی مادھوراؤ
- سوراج سے سامراج تک
- پیشوا باجی راؤ دوم کی کارکردگی

اُنیسویں صدی
- انگریزوں کے ہاتھوں مراٹھوں کی شکست

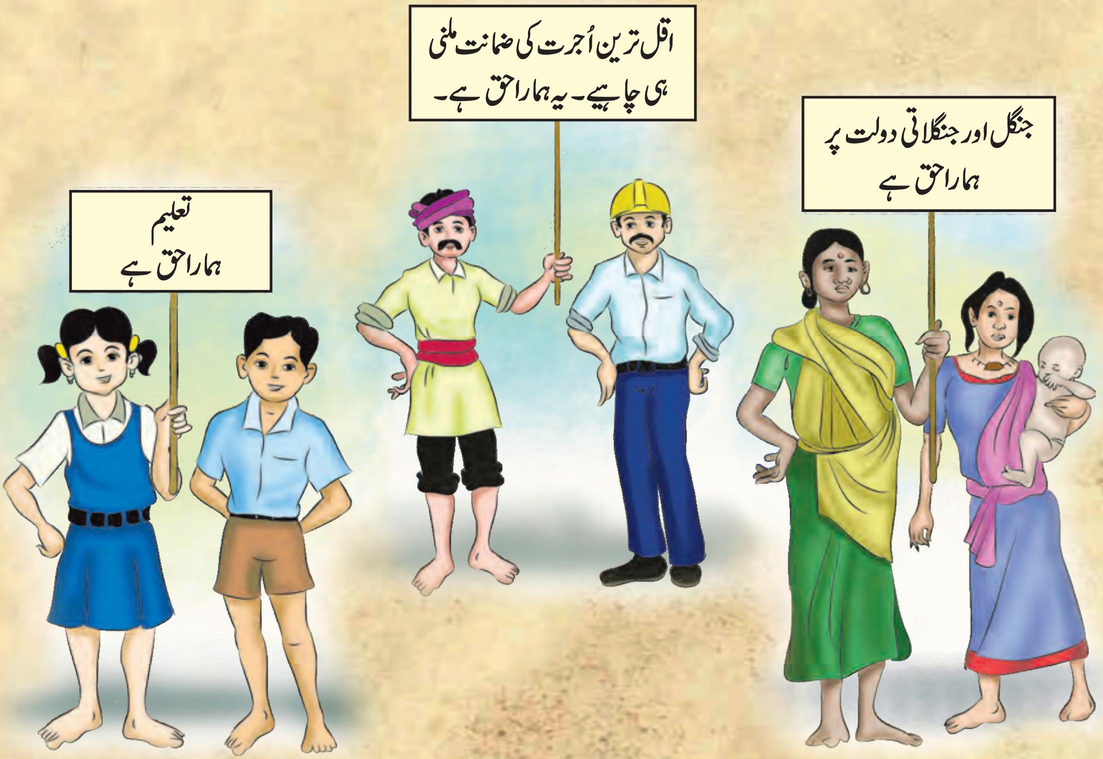

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

इतिहास व नागरिकशास्त्र (उर्दू) इ. ७वी

₹ 40.00